ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

ماہانہ ایڈیشن : فروری ۹۷ء

☆ انتخابات کا جلد از جلد منعقد ہو جانا ہی ملک کے لئے بہتر ہے : ڈاکٹر اسرار احمد

☆ عالم اسلام کو طالبان اسلامی تحریک کی تائید کرنی چاہئے : ملا عمر مجاہد

☆ ہم مہاجروں کو الگ قومیت ماننے کو تیار نہیں ہیں : ممتاز بھٹو

تاریخ اشاعت

۴ فروری ۹۷ء

حدیث امروز

(جناب) محمد حسین انصاری

## انجام بالخیر

۲۹ جنوری ۱۹۹۷ء کو سپریم کورٹ کے فیصلے نے پاکستانی قوم کو تذبذب کے ایک پہلو سے نجات دلا دی۔ صدر فاروق احمد ... ری کے ۵ نومبر ۱۹۹۶ء کے صدارتی فرمان کو جائز اور درست قرار دیتے ہوئے بے نظیر بھٹو کی درخواست کو مسترد کر ... میں قومی اسمبلی کی تحلیل اور وفاقی حکومت کی برطرفی کو چیلنج کیا گیا تھا۔ اگرچہ جس ابہام' ذہنی کشمکش اور بے یقینی کی ... سال سے قوم گزشتہ تین ماہ سے دوچار ہے اس کے کئی پہلو ابھی تصفیہ طلب ہیں تاہم ایک ایسی گومگو سے جان خلاصی ... جس کا ذہنی بوجھ وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ سٹہ بازوں نے شرلیں لگا کر خوب پیسے کمائے اور آتش بازوں ... بھی۔ آخر کسی نے تو جیتنا ہی تھا' کوئی بھی جیتے ہمارا خوشی منانے کا انداز ہمیشہ ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال تھا ... کہ پیپلز پارٹی سپریم کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں انتخابات کا بائیکاٹ کر دے گی مگر ایسا نہ ہوا۔ انتخابی میدان میں سرگرم ... شخصیات پیپلز پارٹی کے اس فیصلے کی توجیہہ اپنے اپنے زاویئے سے کریں گی' تاہم مجموعی بھلائی کے پیش نظر یہ اچھا فیصلہ ہے۔

۳ فروری کو ہونے والے انتخابات کے نتائج اور نعرہ احتساب دو ایسے اہم امور ہیں جو تا حال قوم کی نفسیات پر حاوی ہیں۔ سطحی طور پر ان امور کے ضمن میں یہی دکھائی دیتا ہے کہ آئندہ دس بارہ روز میں اس ڈرامے کا ڈراپ سین ہو گا اور یوں حسب سابق آئندہ اڑھائی تین سال کے لئے قومی زندگی کا ہر شعبہ اپنے مخصوص ماہرین کو اپنے منفرد انداز میں مصروف ... رکھتے ہوئے وقت گزار دے گا حتیٰ کہ صبر کا پیمانہ چھلکتے ہی نئے احتجاجی دور کا آغاز ہو جائے گا۔ ماضی کی اس وزنی مماثلت کے باوجود اغلب ہے کہ اس بار حالات دگرگوں ہوں گے اور شاید خطرناک صورتحال اختیار کر جائیں۔ ہماری اقتصادی حالت اس قدر خراب ہے کہ نگران وزیر اعظم کو اپنے دور اقتدار کے آخری چند ایام میں یہ اعلان کرنا پڑا کہ "قرض کے بغیر ملک ... نہیں چل سکتا۔ نئی حکومت کو پریشان کن صورتحال کا سامنا ہو گا"۔ نگران وزیر اعظم کے اس بیان کو اعتراف کہئے یا ... ن کردہ حقیقت سے سرمو اختلاف ممکن نہیں۔ یہ انجام یا یہ قریب الانجام ایک برس یا ایک عشرے کی کوتاہی کا نتیجہ ... ر نہ ہی کسی ایک شخص یا کسی ایک گروہ کی بداعمالی کا نتیجہ ہے۔ جب تک ہم من حیث القوم اس ناقابل تردید ... کا احساس اور اس کا اعتراف نہیں کر لیتے کہ یہ ہماری اجتماعی غفلت اور مجموعی بدکرداری کا نتیجہ ہے جس میں ہر شخص ... کسی نہ کسی انداز میں کسی نہ کسی حد تک ذمہ دار ہے اس وقت تک بہتری کے رجحان کا ظہور ناممکن ہے۔ اچھائی کا نتیجہ ... بھلائی اور برائی کا انجام ذلت ہوا کرتا ہے۔ یہ اصول اٹل ہے۔ اسے تسلیم کر لینے اور اس پر عمل پیرا ہونے ہی میں عافیت ... ہے۔ ہم نے دنیا کے ہر معاملے کو حتیٰ کہ دین کو بھی اپنی ذات کے حوالے سے جاننے کا انداز اپنا رکھا ہے۔ اسی طرز میں ... ہماری بدحالی کا راز ہے۔ جتنا جلد اس سے چھٹکارا حاصل کر پائیں گے خوشحالی کے امکانات اتنا ہی روشن ہوتے چلے جائیں ... گے۔

نگران حکومت نے اپنے مختصر دور اقتدار کے پہلے روز ہی احتساب کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اپنے عزم و ہمت اور دیانت و

(باقی صفحہ ۳۷ پر)

قیمت : ۱۵ روپے

## الہدیٰ

ترجمانی : حافظ عاکف سعید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

**اے اہل ایمان' اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے تمام اعمال غارت ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو○**

(کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک 'پیغام بر' نہ تھے کہ جس کا کام پیغام رسانی سے سوا کچھ نہیں ہوتا' آپؐ کی سیرت قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے کامل اسوہ حسنہ' اور آپ کی شخصیت امت کے ہر فرد کے لئے ایک آئیڈیل کا درجہ رکھتی ہے۔ بلاشبہ ملت اسلامی میں آپؐ کو "مرکز ملت" کا مقام حاصل ہے اور آپؐ کی شخصیت امت کی شیرازہ بندی کے لئے ایک اہم اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کسی بھی نوع کی گستاخی اور سوءِ ادب جہانوں کے پروردگار کی نگاہ میں اس درجے ناپسندیدہ ہے کہ آپؐ کے ساتھ محض بلند آوازی سے گفتگو پر ہی تمام اعمال کے اکارت جانے کی نوید سنادی گئی کہ خبردار' حد ادب ملحوظ رہے! اس معاملے میں تمہاری ذرا سی بے احتیاطی تمہارے دین وایمان کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتی ہے۔ "نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا"۔ اور ہاں ادب واحترام کا یہ معاملہ نبی کی حیات تک محدود نہ تھا' حدیث رسولؐ کے مقابلے میں اپنی رائے کو ترجیح دینا بھی سوءِ ادب میں شامل اور اسی نوع کا سنگین جرم ہے)

**یقیناً جو لوگ اللہ کے رسولؐ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں' یہی ہیں وہ لوگ جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت بھی ہے اور اجر عظیم بھی○**

(جو لوگ صدق دل سے نبی ﷺ کا احترام کرتے اور کامل خلوص سے ان کی توقیر و تکریم کرتے ہیں' انہی کے دلوں میں تقویٰ کا بیج پورے طور پر بار آور ہوگا اور اس سے ایمان اور عمل صالح کی لہلہاتی فصل ظاہر ہوگی جس کے نتیجے میں وہ پروردگار کی مغفرت اور اجر عظیم کے مستحق گردانے جائیں گے۔)

**جو لوگ آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں بلاشبہ ان میں سے اکثر ناسمجھ ہیں○ اور اگر وہ صبر سے کام لیتے' یہاں تک کہ آپ خود باہر نکلتے ان کی طرف' تو یقیناً ان کے لئے بہتر تھا' اور اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے○**

(بدوؤں میں سے بعض حضورؐ سے ملاقات کے لئے مدینہ آتے تو کم عقلی کے باعث حجرہ مبارک کے باہر سے آپ کو آوازیں دیتے۔ ان کا یہ فعل ان کی ناسمجھی کے باعث قابل عفو تو تھا لیکن بہت بہتر ہوتا اگر وہ آوازیں دینے کی بجائے آپ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرتے کہ ادب واحترام کا تقاضا تو یہی تھا)

(سورۃ الحجرات' آیات : ۲ تا ۵)

---

## جوامع الکلم

**تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے باپ' اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔**

(کہ نبی اکرم ﷺ جس شخص کے نزدیک دنیا کے تمام انسانوں سے محبوب تر نہ ہوں اس کا تو ایمان ہی مشکوک ہے۔ سوچئے! کیا ہم اس پیمانے پر پورے اترتے ہیں!)

(الحدیث' بخاری و مسلم بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

○

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب


ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

بانی مدیر : اقتدار احمد مرحوم

جلد ۶ شمارہ ۴

۴ فروری ۱۹۹۷ء

1

مدیر

حافظ عاکف سعید

○

یکے از مطبوعات

تحریک خلافت پاکستان

۴ ۔ اے، مزنگ روڈ، لاہور

○

مقام اشاعت

۳۶ ۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون : ۳ ۔ ۵۸۶۹۵۰۱

○

پبلشر : محمد سعید اسعد طابع : رشید احمد چودھری

مطبع : مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

○

قیمت فی پرچہ : ۸ روپے

سالانہ زرتعاون (اندرون پاکستان) ۱۵۸ روپے

○

زرتعاون برائے بیرون پاکستان

☆ ترکی، اومان، مصر ۱۳/ امریکی ڈالر

☆ سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، یورپ، جاپان ۲۰ امریکی ڈالر

☆ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ ۲۶ امریکی ڈالر


## اس شمارے کی جھلکیاں


**منبر و محراب** — ڈاکٹر اسرار احمد کے خطبات جمعہ کا خلاصہ

**تجزیہ** — فرقہ وارانہ کشیدگی
عبدالکریم عابد کے قلم سے

**دیروحرم** — "ڈاکٹر اسرار احمد اور ان کے خطبات خلافت"
ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

**محاکمہ** — ہم مہاجروں کو الگ قومیت ماننے کو تیار نہیں
مختار بھٹو سے ایک ملاقات

**پس منظر** — یہودی لابی نے امریکی نژاد پاکستانیوں کو منانے کا فیصلہ کر لیا ہے

**جہاد افغانستان** — عالم اسلام کو طالبان اسلامی تحریک کی تائید کرنا چاہئے
قائد طالبان تحریک ملا عمر مجاہد کی گفتگو

**مکتوب بھارت** — اگر تم نے حق کو منوانے کی طاقت پیدا نہیں کی تو.....
کل ہند مجلس تعمیر ملت کے صدر کا بھارتی مسلمانوں کے نام خط

**داستان عزیمت** — امام شافعی (۴)
ترتیب و ترجمہ : اظہار احمد قریشی

**دعوت فکر** — ابلیس کی مجلس شوریٰ کا تازہ اجلاس
نجیب صدیقی

**بحث و نظر** — پاکستان میں دستور پسندی اور لسانی جھگڑے ۔ ایک جائزہ
سلیم منصور

**کتاب نامہ** — کیا ووٹ مقدس امانت ہے؟
حامد محمود کی کتاب سے چند اقتباسات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

## ایڈیٹر کے ڈیسک سے

بحالی حکومت سے متعلق محترمہ بے نظیر بھٹو کی رٹ پٹیشن کے خلاف ۲۹ جنوری کو سپریم کورٹ کا واضح فیصلہ سامنے آجانے کے بعد ۳ فروری کو ہونے والے انتخابات کے گرداگرد سے شکوک و شبہات اور بے یقینی کی دھند چھٹ چکی ہے۔ دھند کے یہ بادل اتنے دبیز اور گہرے تھے کہ اس کے باوجود کہ انتخابات کے انعقاد میں اب صرف پانچ چھ دن باقی تھے' کسی کو کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت کا یہ فیصلہ' خواہ کسی کو اس سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو' بہرکیف ملکی اعتبار سے خوش آئند نظر آتا ہے کہ اس کے ذریعے انتخابات کی راہ ہموار ہوئی ہے۔ اور اس رائے سے شاید ہی کوئی بالغ نظر اختلاف کرے کہ موجودہ الوقت صورتحال میں انتخابات کا بروقت ہو جانا ہی ملک وملت کے اعتبار سے بہتر اور مفید ہے۔ رہا احتساب کا معاملہ تو یہ کام صرف وہی منتخب قیادت کر سکتی ہے جس کا اپنا دامن کردار بددیانتی اور کرپشن کے داغ دھبوں سے بہت حد تک پاک صاف ہو۔ بلند و بانگ دعاوی کے ذریعے احتساب کے غبارے میں ہوا بھرنے والے اس معاملے میں اپنی ناکامی کا اعتراف خود کر چکے ہیں۔ تاہم اس کی افادیت کے ہم منکر ہیں نہ اس کی اہمیت کو گھٹانے کو کردار کے روادار۔ احتساب کی جانب اٹھنے والے ہر قدم کی ہم بھرپور تائید کرتے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے لیکن "نگران حکومت" یا آنے والی کسی حکومت سے کسی "فوری احتساب" کی توقع بھی ہمارے نزدیک نری خوش فہمی سے کم نہیں۔ یہ کام اگر درجہ بدرجہ بھی ہو جائے اور خواہ سست روی کے ساتھ ہی سہی' تسلسل کے ساتھ ہوتا رہے تو بسا غنیمت است!

زیر نظر شمارہ اگرچہ انتخابات سے قبل طباعت کے مرحلے سے گزر جائے گا تاہم جب تک یہ قارئین کے ہاتھوں میں پہنچے گا انتخابات کے نتائج سامنے آچکے ہوں گے۔ انتخابات اگر شفاف ہوئے اور کوئی خصوصی خفیہ ہاتھ اپنا کام نہ دکھا گیا تو بظاہر احوال مسلم لیگ کی کامیابی یقینی نظر آتی ہے۔ دیدۂ بینا رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ گزشتہ تین سالوں کے دوران پیپلز پارٹی کا گراف بہت نیچے گرا ہے اور نتیجتاً مسلم لیگ کی پوزیشن خاصی بہتر ہوئی ہے۔ مسلم لیگ کی قیادت میں رتی بھر اخلاص بھی اگر موجود ہوا تو ہمیں یقین ہے کہ وہ اپنی سابقہ غلطیوں اور کوتاہیوں سے سبق سیکھتے ہوئے پہلے سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کی پوری کوشش کرے گی' تاہم ہماری دانست میں حکومت خواہ مسلم لیگ کی ہو یا پیپلز پارٹی کی' ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے اور ملکی وقار کو بحال کرنے میں وہ کوئی نمایاں اور قابل ذکر کردار ادا کرنے سے قاصر رہے گی۔ اس لئے کہ معاشی اعتبار سے ہم پورے طور پر آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے محکوم اور غلام بن چکے ہیں اور یہ خون آشام عالمی ادارے اژدھے کی طرح ہمیں اپنی لپیٹ میں لے کر' اقتصادی و معاشی ہی نہیں ملکی سطح کے ہر میدان میں اپنی پالیسیاں ہم سے منوانے کے درپے ہیں۔ لہٰذا اس بارے میں حکومت سے کچھ زیادہ توقعات وابستہ کرنا بھی خود فریبی کے ذیل میں آئے گا۔

اسی طرح ہم اس حقیقت سے بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ ان انتخابات کے نتیجے میں بننے والی حکومت ایک سیکولر حکومت ہو گی۔ چنانچہ نفاذ نظام خلافت کی منزل کی جانب کسی پیش رفت کی اس سے توقع رکھنا بھی عبث ہو گا۔ یوں بھی ملک کی گزشتہ پچاس سالہ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ الیکشن کی راہ سے اس ملک میں اسلام نہیں آسکتا۔ اور ہر معقول شخص اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ نظام کی تبدیلی انتخابات کے ذریعے نہیں انقلابی جدوجہد کے ذریعے ہی ممکن ہوتی ہے' کہ انتخابات کے ذریعے کسی ملک میں رائج نظام کو چلانے والے ہاتھ بدلے جاسکتے ہیں' اس نظام کو بیخ و بن سے اکھاڑا نہیں جاسکتا۔ اس الیکشن میں ہماری دلچسپی اس قدر ہے کہ ہماری رائے میں اس ملک میں جمہوری عمل کا جاری رہنا بہت ضروری ہے۔ بقول امیر تنظیم اسلامی' پاکستان کا باپ اگر اسلام ہے تو اس کی ماں جمہوریت قرار پائے گی کہ اس کے قیام میں جمہوری عمل کو ایک حد تک فیصلہ کن دخل حاصل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہمارا پختہ موقف ہے کہ پاکستان کا استحکام صرف اور صرف حقیقی اسلام کے نفاذ پر موقوف ہے۔ بصورت دیگر ایک مزمن مریض کی مانند یہ ملک بھی روز بروز کمزور اور مضمحل ہوتا چلا جائے گا' یہاں تک کہ اس کی بقا بھی شدید خطرے سے دوچار ہو جائے گی --- اس ملک خداداد پاکستان میں اسلامی نظام یا نظام خلافت کے قیام کا "علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی" کے مصداق ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے ایک بھرپور انقلابی جدوجہد جو مصطفوی طریق پر ہو' جسے انتخابی سیاست کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ ع گر یہ نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں!

ملکی صورتحال کے بارے میں امیر تنظیم اسلامی' محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا قدرے مفصل تبصرہ زیر نظر شمارے میں شامل ہے۔ مزید برآں امیر تنظیم کے ۱۰ جنوری' ۲۴ جنوری ۹۷ء کے خطبات جمعہ کی تلخیص بھی قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر شمارہ ہذا میں شامل کر دی گئی ہے۔

☆ ☆ ☆

ماہ رمضان المبارک نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ اس باسعادت مہینے میں قرآن حکیم کے نور ہدایت سے فیضیاب ہونے کے لئے نماز تراویح کے ساتھ ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام کا آغاز محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے آج سے ۱۳ سال قبل قرآن اکیڈمی لاہور سے کیا تھا۔ بحمد اللہ اس کے بعد سے یہ پروگرام قرآن اکیڈمی لاہور میں تو ہر سال ہوتا ہی ہے پاکستان کے بہت سے دوسرے شہروں میں بھی اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے بہت سے رفقاء کار بھی جن میں بزرگوں کے علاوہ نوجوانوں کی قابل ذکر تعداد شامل ہے' اللہ کے فضل و کرم سے اسی طرز پر اپنے اپنے علاقوں میں دورۂ ترجمہ قرآن حکیم کے پروگرام ترتیب دیتے اور ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر امیر تنظیم کے ویڈیوز کے ذریعے یہ پروگرام ترتیب دیا جاتا ہے' اور اس طرح ہر سال ہزاروں افراد قرآن حکیم سے تجدید تعلق کرنے اور اس کے نور سے اپنے ایمان میں اضافے کا سامان کرتے ہیں۔ اس سال حلقہ لاہور ڈویژن میں ۹ مقامات پر' راولپنڈی / اسلام آباد میں ۸ مقامات پر' ملتان میں دو مقامات پر' حلقہ پنجاب غربی جس میں فیصل آباد اور سرگودھا کے علاقے شامل ہیں' چھ مقامات پر' بیروٹ (مری) اور پشاور میں ایک مقام پر اور کراچی میں ۱۳ مقامات پر دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام ہو رہے ہیں۔ گویا مجموعی طور پر پاکستان کے طول و عرض میں ۴۰ مقامات پر قرآن مجید کے ساتھ تجدید تعلق کے اس انوکھے پروگرام سے متلاشیان حق اور طالبان قرآن اپنی اپنی بساط کے مطابق فیض حاصل کر رہے ہیں۔

وما توفیقھم الا باللہ○○

# موجودہ ملکی حالات پر

## امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان کا تبصرہ

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مسجد دار السلام باغ جناح میں اپنے خطاب جمعہ کے اصل "التذکیر بالقرآن" کے موضوع کی تکمیل کے بعد ملکی اور بین الاقوامی حالات پر بھی تبصرہ کیا کرتے ہیں۔ جمعہ ۳۱/ مارچ کو ان کا اصل خطاب ڈیڑھ گھنٹے کی معین مدت میں ختم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد دس بارہ منٹ میں موجودہ ملکی حالات پر جو تبصرہ انہوں نے کیا اسے اس کیسٹ میں شامل نہیں کیا جا رہا ہے جو تنظیمی سطح پر Circulate کیا جاتا ہے۔ بلکہ اسے ٹیپ سے اتار کر جوں کا توں ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

● سپریم کورٹ نے بے نظیر بھٹو کی درخواست پر جو فیصلہ دیا ہے اس کے تکنیکی طور پر صحیح یا غلط ہونے پر میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ البتہ میں سمجھتا ہوں کہ نتیجہ کے اعتبار سے یہ بہت اچھا ہوا ہے' ورنہ اگر اس کے برعکس فیصلہ ہو جاتا تو ملک میں غیر یقینی کی فضا مزید قائم رہتی۔ اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ۳/ فروری کو انتخابات ہوں گے' اور میرے نزدیک ان کا جلد از جلد منعقد ہو جانا ہی ملک کے لئے بہتر ہے۔

○ ایک دوسری خوش آئند بات یہ ہے کہ اب انتخابات کے میدان میں صرف دو ہی پارٹیاں باقی رہ گئی ہیں۔ ایک وقت میں اندیشہ ہو گیا تھا کہ بے نظیر بھٹو بھی الیکشن کا بائیکاٹ نہ کر دے' لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے صحیح فیصلہ کر لیا ہے۔ اس فیصلے کے پیچھے کیا ہے' یہ تو خود بے نظیر ہی جانتی ہے۔ تاہم ظاہری نتیجے کے اعتبار سے یہ فیصلہ صحیح ہے۔ ہمارے ہاں جیسی بھی ٹوٹی پھوٹی' اندھی' بہری' لولی لنگڑی مغربی جمہوریت کا نظام چل رہا ہے' اس کا تقاضا یہی ہے کہ دو مضبوط سیاسی جماعتیں ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ پے در پے انتخابات کے ذریعے چھوٹی پارٹیاں اور گروپ میدان سے باہر ہو گئے اور اب دو جماعتی نظام ابھر آیا ہے۔ غالباً عمران خان بھی کم از کم اس مرتبہ کوئی بڑی حیثیت حاصل نہ کر سکیں گے۔

○ برطانیہ کے وزیر اعظم جان میجر کے یہ فرمودات بہت تشویش ناک ہیں کہ اگر ہانگ کانگ کی جگہ کراچی کو فری پورٹ بنا دیا جائے تو وہ پاکستان کے تمام قرضے ادا کر دیں گے۔ دوسری طرف ممتاز بھٹو جیسا کٹر سندھی قوم پرست شخص سندھ کے صوبائی صدر مقام کو سیہون منتقل کرنے کی بات کر رہا ہے' یہ وہ شخص ہے جو سندھ سے کراچی کی علیحدگی کی بات سننے کو تیار نہ تھا۔ لہٰذا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں باتیں کسی نہایت گہری اور اعلیٰ سطحی سازش کا مظہر ہیں ؎

الٰہی خیر میرے آشیاں کی
زمیں پر ہیں نگاہیں آسماں کی

○ ہمارے ہاں آج کل صدارتی نظام کا تذکرہ بھی ہو رہا ہے۔ میں خود صدارتی نظام کا قائل ہوں' لیکن چور دروازے سے اسے ہرگز نہیں آنا چاہئے۔ ترمیم کے ذریعے دستور کا پورا ڈھانچہ بدلا جائے اور پورے ملک کی سطح پر صدر کا براہ راست انتخاب ہو تو ٹھیک ہے۔ ہمارے ہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دو مرتبہ صدارتی نظام آیا

اور ناکام ہو گیا' لیکن دونوں مرتبہ یہ نظام براہ راست اور آ
تھا! پارلیمانی نظام ہماری قومی نفسیات کے ساتھ مطابقت
اعتبار سے بھی Center of authority کو سربراہ حکومت
حصوں میں تقسیم کر دینا غلط ہے۔ یہ نظام انگریزوں کی میراث
وہیں ہے جہاں انگریزوں نے حکومت کی۔ لہٰذا صدارتی نظام
بمصداق الفاظ قرآنی : "واتوا البیوت من ابوابھا"
دستوری اور آئینی دروازے سے' چور دروازے سے نہیں!

○ پھر سندھ کی جس طرح کی تقسیم کی خبریں آ رہی ہیں
اس کے بجائے پورے پاکستان میں صوبوں کی از سر نو حد
متوازن صوبے اس طرح بنائے جائیں کہ ہر صوبے کی آبادی
گویا ع "آئیں وہ یاں خدا کرے پر نہ خدا کرے کہ یوں!"

○ گلف نیوز کے حوالے سے جنرل (ریٹائرڈ) حمید گل صاح
اگر عمران خان نے جمائما کو طلاق نہ دی تو اسے (یعنی جمائما خا
گا۔ دروغ برگردن راوی۔ میں صرف خبر پر تبصرہ کر رہا ہوں
اور احمقانہ بات ہے۔ مزید برآں خالص غیر اسلامی بات ہے۔
کہ جنرل حمید گل جیسے شخص نے یہ بات کہی ہو۔ میں یہ اصو
ہوں کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے اور کسی کے دل کا حال اللہ کے
اسی لئے حدیث نبوی میں الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ "حسابھ
جل" اور ایک دوسری حدیث نبوی ﷺ کی رو سے کسی مسل
تین صورتوں میں جائز ہے' مرتد ہو جائے' شادی شدہ ہو کر زنا
قصاص میں۔ اس کے سوا کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں۔

○ قاضی حسین احمد صاحب انتخابات چھوڑ کر ایجی ٹیشن کا را
لیکن ان کا انداز سراسر غلط ہے۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہم سرمایہ
اور وڈیروں کو ختم کر دیں گے۔ یہ انداز بھی ایک مسلمان کے شایان
کا دو بدترین نتیجوں میں سے ایک نتیجہ نکل سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا
ٹیشن کو سختی کے ساتھ کچل دیا جائے اور جماعت اسلامی کے انتخابی
کے کارکنوں کی قوت کے غبارے سے بھی ہوا نکل جائے۔ جماعت
لادینی قوتوں پر کچھ نہ کچھ رعب ہے' خدا کے لئے اسے قائم رہنے د
پاکستان میں اقامت دین کی جدوجہد کو پہنچے گا۔ دوسری جانب یہ بھی
لاء آ جائے اور عرب ممالک کی طرح یہاں بھی فوجی حکومت کے ذر
کو تشدد کے ذریعے کچلنے کی کارروائیاں شروع ہو جائیں۔ اس
انقلاب کے لئے کارکنوں کی تربیت کا حق ادا نہیں ہوتا اور معاشرے
والوں اور اسلام کی مخالفت کرنے والوں کے مابین واضح arization
وقت تک ملکی سیاست کی گاڑی کو انتخابی پٹڑی پر چلنے دیجئے۔ اصولی طو

اور سرمایہ دار طبقے کو نشانہ بنالینا درست نہیں ہے۔ اصل میں تو جب اسلامی تحریک آگے بڑھتی ہے تو وہ تمام سلیم الفطرت لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے خواہ وہ مترفین میں سے ہوں یا مستضعفین میں سے۔ چنانچہ عشرہ مبشرہ میں سے اکثر صحابہؓ آج کل کی اصطلاح کے مطابق سرمایہ دار ہی تھے۔ سلیم الفطرت افراد ہر طبقے میں ہوتے ہیں' ضرورت صرف انہیں اپنی دعوت کی کشش کے ذریعے کھینچ کر نکالنے کی ہوتی ہے۔ فیصلہ کن تحریک چلانے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک قیادت پر اتفاق ہو چکا ہو۔ اس وقت تو صورت حال یہ ہے کہ جنرل حمید گل صاحب بھی احتساب کی تحریک چلا رہے ہیں' مولانا اکرم اعوان صاحب بھی نظام بدلنے کی تحریک چلا رہے ہیں۔ اور قاضی حسین احمد اپنی الگ تحریک لے کر چل رہے ہیں۔ راستہ' فکر' اور فلسفہ سب کا ایک ہے لیکن ضدم ضدا کے باعث اکٹھے نہیں ہوتے۔ معاشرے کی واضح Polarization اور ایک قیادت پر اجماع کے بغیر اس قسم کی تحریک چلائی جائے تو اس سے خیر کا ظہور کم اور نقصان کا خطرہ زیادہ ہوگا۔OO

# فرقہ وارانہ کشیدگی سے اصل فائدہ کس کو؟ اور شدید نقصان کس کا؟

## امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۴ جنوری کے خطاب جمعہ کا خلاصہ

پاکستان میں شیعہ سنی کشیدگی کی نئی لہر کو عالمی اور بین الاقوامی حالات کے پس منظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اس پوری کائنات پر اصل حکمرانی اللہ تعالیٰ کی ہے' اس نے اس سلسلہ کون و مکاں کو صرف تخلیق ہی نہیں کیا بلکہ وہ اس کے تخت حکومت پر متمکن بھی ہے۔ وہ صرف کائنات کا خالق ہی نہیں بلکہ حکمران اور مدبر بھی ہے۔ بدقسمتی سے مادہ پرستانہ فکر کے زیر اثر ہم میں سے اکثر کو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی تدبیر امر کا شعور نہیں رہا' اور ہم بالعموم مادی اسباب و علل ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اس نکتے کو ذہن میں مستحضر رکھنا چاہئے کہ اگرچہ کائنات میں ارادہ اور اختیار رکھنے والی مخلوقات بھی موجود ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ ان مخلوقات کی آزادی عمل میں خلل ڈالے بغیر اپنی مشیت پوری کر لیتا ہے اور اپنی تدبیر کا راستہ نکال لیتا ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک وقت میں ایک ہزار سال کی منصوبہ بندی کر لیتا ہے' جسے تدبیر امر کہا گیا ہے۔ قرآن و حدیث کی واضح خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اپنے آخری انجام یعنی قیامت کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے' تاہم قیامت سے پہلے کل روئے ارضی پر اللہ کا دین لازماً غالب ہو گا اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام پوری دنیا پر قائم ہو کر رہے گا۔ لیکن اس سے پہلے سابقہ مسلمان امت یعنی یہود پر ان کی بد عملی اور بے عملی کی سزا میں عذاب استیصال آئے گا اور ساتھ ہی موجودہ مسلمان امت یعنی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کے کرتوتوں کی سزا ملے گی۔ یہود کی آخری سزا یا extermination ان کے اپنے رسول یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد معجزانہ طور پر ہو گی۔ دوسری طرف مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو سزا ملنا ہے وہ ان کے افضل ترین حصے یعنی عالم عرب پر یہود کے ہاتھوں آئے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ دین سے انحراف کی مجرم بحیثیت مجموعی پوری امت مسلمہ ہے' تاہم سب سے بڑے مجرم عرب مسلمان ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے خاص رتبہ دیا تھا' حضور ﷺ عربوں میں سے تھے اور قرآن حکیم عربوں کی اپنی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اس بلند رتبے اور فضیلت کے باوجود عربوں نے روگردانی کی ہے تو ان کی سزا بھی شدید ترین ہو گی۔ ظاہر ہے عربوں میں نیک اور باعمل مسلمان بھی موجود ہیں' لیکن ان کی حیثیت محض استثنائی ہے' جبکہ عذاب کا فیصلہ کسی قوم کے مجموعی طرز عمل کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ غیر عرب مسلمانوں میں سب سے بڑے مجرم اہل پاکستان ہیں' اور یہ عین ممکن ہے کہ اگر ہم نے اپنی روش نہ بدلی تو جس طرح اہل عرب پر یہود کے ہاتھوں عذاب آنا ہے اسی طرح پاکستانی مسلمانوں پر ہنود کے ہاتھوں سزا آ جائے۔

اس وقت عالمی حالات یہ ہیں کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو دنیا کی واحد سپر پاور کی حیثیت حاصل ہے' اور امریکی غلبے کے پردے میں یہود کے عالمی مالیاتی استعمار یعنی نیو ورلڈ آرڈر کی طاقت اور اس کا اثر و رسوخ مسلسل بڑھ رہا ہے۔ بظاہر دنیا کی باگ ڈور امریکہ' اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل وغیرہ کے ہاتھ میں ہے' لیکن پس پردہ اصل طاقت یہود کی ہے۔ اس وقت WASP یعنی White Anglo-Saxon Protestants یہود کے سب سے بڑے آلہ کار بن چکے ہیں' پہلے یہ حیثیت سلطنت برطانیہ کو حاصل تھی لیکن دوسری عالمی جنگ کے بعد امریکہ نے اس کی جگہ لے لی ہے' اور دونوں پر اصل control یہود کا ہے۔ یہ واضح رہے کہ امریکی عوام اس سارے کھیل میں مجرم نہیں ہیں' کیونکہ وہ خود اس وقت یہود کے شکنجے میں گرفتار ہیں۔

یہود کے اس عالمی استعمار کے خلاف مزاحمت کے چند ہی مراکز باقی رہ گئے ہیں۔ اگرچہ سوویت یونین کا قلع قمع ہو چکا ہے لیکن خطرہ ہے کہ وہ دوبارہ مقابلے پر نہ آ جائے۔ چین اس عالمی استعمار کے لئے لوہے کا چنا ثابت ہو رہا ہے جبکہ وسط ایشیا کی آزاد ریاستوں میں بھی اشتراکیت کے دوبارہ احیاء کا امکان موجود ہے۔ عالمی استعمار کی کوشش ہے کہ ملکوں کے درمیان سرحدوں کو معدوم کر کے مختلف معاشی بلاک بنا دیئے جائیں تاکہ ان سے اپنی مرضی منوانا آسان ہو جائے۔ کوئی ملک اتنا طاقتور نہ ہو کہ وہ نیو ورلڈ آرڈر کو چیلنج کر سکے' لہٰذا اسی مقصد کے لئے علیحدگی کی تحریکوں کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ عالم اسلام کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً سارا عالم عرب اس نئے استعمار کے سامنے سجدہ ریز ہو چکا ہے۔ شمالی افریقہ کو فتح کیا جا چکا ہے۔ لیبیا اور سوڈان کی معاشی انقطاع کے ذریعے گوشمالی کی جا رہی ہے۔ خلیج کی جنگ میں عراق کا پہلے ہی بھرکس نکل چکا ہے۔ بھارت کے مشرق میں واقع تین مسلمان ممالک یعنی بنگلہ دیش' انڈونیشیا اور ملائشیا کا بقیہ عالم اسلام کے ساتھ جغرافیائی تعلق نہیں ہے۔ نیز بنگلہ دیش اور انڈونیشیا مجموعی طور پر سیکولر ہو چکے ہیں اور ملائشیا کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ان ممالک میں اسلامی تحریکیں بھی کمزور ہیں۔

ان حالات میں صرف افغانستان' پاکستان' ایران' اور وسط ایشیاء کی مسلم ریاستوں پر مشتمل خطہ ہی وہ واحد سرزمین ہے جو عالمی استعمار کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند قائم کر سکتا ہے۔ خلیج کی جنگ کے موقع پر اس وقت کے سالار فوج جنرل مرزا اسلم بیگ نے امریکہ میں پاکستانیوں کے ایک ادارے سے ملنے والی اطلاع کی بنیاد پر بیان دیا تھا کہ عراق کے بعد ایران اور پھر پاکستان کی باری آئے گی' اور یہ اطلاع اب صحیح ثابت ہو رہی ہے۔ عالمی قوتوں کا نشانہ نمبر ایک اس وقت ایران ہے' جس پر فیصلہ کن حملے کے لئے تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ آخری ضرب لگانے سے پہلے ایران کو اس خطے میں پوری طرح تنہا (Isolate) کرنے کے لئے ایک گہری سازش ہو رہی ہے۔ چنانچہ ایک طرف افغانستان میں کٹر سنی اور حنفی طالبان کی حکومت قائم کرائی گئی اور دوسری جانب پاکستان میں شیعہ سنی فساد کی آگ بھڑکا کر ایران اور پاکستان کے تعلقات خراب کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ فرقہ وارانہ محاذ آرائی سے صرف عالمی یہودی استعمار کو فائدہ پہنچے گا جبکہ اس کا نقصان اسلام اور اسلامی احیائی تحریک کو ہو گا۔ پاکستان اگرچہ اس وقت بین الاقوامی مالیاتی اداروں کا پوری طرح غلام بن چکا ہے' تاہم اس ملک میں احیائی تحریکوں کے اثرات بہت نمایاں ہیں' نیز فوج میں اسلامی جذبہ طاقتور ہے' جبکہ بقیہ تمام عالم اسلام میں فوج سیکولر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں کا نشانہ ہمارا ہی خطہ بن رہا ہے۔

شیعہ سنی اختلاف کی تاریخ تقریباً اتنی ہی پرانی ہے جس قدر خود امت مسلمہ کی تاریخ۔ چنانچہ حضور ﷺ کی وفات کے صرف ۲۵ سال بعد ایک یہودی سازش کے نتیجہ میں الفتنۃ الکبریٰ برپا ہوا' حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت ہوئی' اور پھر ساڑھے چار برس کی خانہ جنگی میں ایک لاکھ مسلمان ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس موقع پر شیعان علیؓ اور شیعان عثمانؓ کے مابین صرف حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص

لینے کے معاملے میں سیاسی نوعیت کا اختلاف تھا جس نے آگے چل کر مذہبی اور عقیدے کے اختلاف کی شکل اختیار کرلی۔ فقہ جعفریہ اسی طرح کی ایک فقہ ہے جیسے فقہ حنفی یا مالکی وغیرہ۔ تاہم امامت معصومہ کا عقیدہ' صرف اہل بیتؓ سے منتقل ہونے والی روایات کو قابل قبول سمجھنا اور خلافت راشدہ کی پہلی تین خلافتوں کو غاصبانہ قرار دینا' یہ سب بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ ہندوستان میں شیعیت ایران سے شہنشاہ ہمایوں کے ذریعے درآمد ہوئی۔ واضح رہے کہ شیعہ اور سنی اختلافات صدیوں سے موجود رہے ہیں' اور سنی علماء کی طرف سے اہل تشیع کے غلط عقائد پر تنقید بھی ہوتی رہی ہے' لیکن کبھی بھی بحیثیت مجموعی اہل تشیع کی تکفیر نہیں کی گئی۔ ہندوستان میں بھی شیعہ اور سنی ساتھ ساتھ رہتے رہے ہیں اور محرم کے جلوسوں کے مسئلے کے سوا کبھی عمومی نوعیت کے فسادات نہیں ہوئے۔ شیعہ سنی ہم آہنگی کے مظاہر تین مواقع پر سامنے آئے' یعنی تحریک پاکستان کے دوران' ۱۹۵۰ء میں ۲۲ دستوری نکات پر علماء کے اتفاق رائے کے موقع پر' اور ۱۹۶۲ء میں عائلی قوانین کے خلاف علماء کے متفقہ موقف کی شکل میں۔ موجودہ کشیدگی کا آغاز ۱۹۷۹ء میں ایرانی انقلاب کے بعد پاکستان کے بعض شیعہ عناصر کی طرف سے جارحانہ انداز اختیار کرنے سے ہوا جب سینوں کے شدید ردعمل کے بعد اس معاملے میں تلخی پیدا ہونے لگی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت اہل تشیع کے جارحانہ انداز کے پیچھے ایران کا ہاتھ تھا یا نہیں' لیکن موجودہ حالات میں یہ بات صد فی صد واضح ہے کہ شیعہ سنی کشیدگی درحقیقت نیو ورلڈ آڈر کی سازش کا نتیجہ ہے جس کا مقصد ایران کو تنہا کر کے اس کے خلاف فیصلہ کن اقدام کرنا ہے۔ اس وقت یا تو مقامی مذہبی جنونیت غیر شعوری طور پر عالمی سازش کا آلہ کار بن رہی ہے' یا پھر دہشت گردی اور دونوں فرقوں کے سرکردہ افراد کے قتل کے پیچھے رایا موساد کا براہ راست ہاتھ بھی ہو سکتا ہے۔

۱۸/ جنوری کو لاہور کے سیشن کورٹ کا دھماکہ ہمارے لئے خطرے کا سرخ سگنل ہے۔ اگر شیعہ اور سنی آپس میں لڑ پڑے تو یہ کشیدگی اور فساد پہلے ایران کے خلاف استعمال ہوگی اور پھر خود ہمارے خلاف۔ اس مسئلے کا حل دونوں گروہوں سے متعلق افراد کی بڑے پیمانے پر گرفتاریوں سے نہیں ہوگا' اور نہ کتابوں اور مناظروں سے یہ مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔ ملی یک جہتی کونسل بھی اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتی۔ اصل حل یہ ہے کہ ایک اعلیٰ تر نصب العین پر قوم کو جمع کیا جائے۔ اگر شیعہ اور سنی مسلمان پاکستان میں اسلامی انقلاب لانے کے لئے متفق ہو کر جمع ہو جائیں تو فرقہ وارانہ اختلافات معدوم ہو جائیں گے' جس طرح یہ اختلافات تحریک پاکستان کے دوران اور پھر ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۲ء میں معدوم ہو گئے تھے۔ شیعہ سنی اتحاد کے لئے واحد ٹھوس اساس یہ ہے کہ پاکستان کی شیعہ اقلیت اپنے لئے وہی دستوری اور قانونی حیثیت قبول کرلے جو ایران میں سنیوں کو دی گئی ہے۔ یعنی پاکستان میں قانون ملکی تو اہل سنت کے عقائد و نظریات کے مطابق ہو لیکن Personal Law میں اہل تشیع کو مکمل آزادی دی جائے۔

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی مرحوم کے دیئے ہوئے اسلام کے انقلابی فکر کی بنیاد پر قائم ہونے والی جماعت اسلامی اس وقت چار حصوں میں بٹ چکی ہے' جس میں تنظیم اسلامی اور تحریک اسلامی کے دونوں حزب بھی شامل ہیں۔ اگر جماعت اسلامی انتخابی سیاست کی دلدل سے نکل آئے تو ان چاروں جماعتوں کا وفاق بنایا جا سکتا ہے تاکہ پاکستان میں اسلامی انقلاب کے لئے مل جل کر جدوجہد کی جا سکے۔

☆ ☆ ☆

# رمضان' قرآن اور پاکستان

## امیر تنظیم کے ۱۰ جنوری کے خطاب جمعہ سے ماخوذ

رمضان المبارک اور قرآن حکیم کا باہم گہرا تعلق ہے' چنانچہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن حکیم کو لوح محفوظ سے سمائے دنیا پر اتارا گیا۔ یہ عظیم واقعہ جس مبارک شب میں پیش آیا قرآن اس کو لیلۃ القدر کہتا ہے' ایک رات جو اپنی عظمت کے اعتبار سے ہزار مہینوں سے بہتر اور افضل ہے۔ اس مہینے کی برکتوں اور رحمتوں سے کماحقہ' فیضیاب ہونے کے لئے دن کے روزے کے ساتھ ساتھ قیام اللیل کا التزام بھی ضروری ہے' یعنی اس مبارک مہینے کی راتوں کا بڑا حصہ قرآن حکیم کے ساتھ بسر ہونا چاہئے۔ وطن عزیز پاکستان کا بھی ماہ رمضان کے ساتھ قریبی تعلق ہے۔ چنانچہ سب جانتے ہیں کہ پاکستان کا قیام رمضان کی ستائیسویں شب کو ہوا۔ نزول قرآن کی طرح پاکستان کا قیام بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک عظیم مظہر ہے۔ نیز مصور و مفکر پاکستان علامہ اقبال کا قرآن حکیم کے ساتھ رشتہ بھی اسی تعلق کی ایک اور روشن مثال ہے۔ اقبال کی فکر' بجائے خود عہد حاضر میں قرآن حکیم کی عظمت اور حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اقبال ہمارے دور کے رومی اور فکر قرآنی کے مجدد ہیں۔ ان کی شخصیت میں قرآن اور پاکستان دونوں یکجا ہو جاتے ہیں۔ میں خود کو اقبال کا ادنیٰ عقیدت مند اور خوشہ چین سمجھتا ہوں اور اقبال ہی کی فکر اور سوچ و تین مختلف جہتوں میں عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشاں ہوں' یعنی دعوت رجوع الی القرآن' بیعت کی بنیاد پر خالص اسلامی جماعت کا قیام اور جاگیردارانہ و سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف نعرۂ انقلاب بلند کرنا۔ علامہ اقبال بیعت و امارت کی بنیاد پر ایک انقلابی جماعت قائم کرنا چاہتے تھے جس کا نام "شبان المسلمین ہند" طے ہو گیا تھا' لیکن برطانوی سامراج کے مسلط کردہ ایجنٹوں کی وجہ سے یہ ہفت خواں طے نہ ہو سکا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ پاکستان جو اقبال کے خواب کی تعبیر ہے لازماً اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا گہوارہ اور عالمی نظام خلافت کا نقطہ آغاز بنے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ گزشتہ چار صدیوں کی تجدیدی مساعی کے اثرات اس سرزمین میں موجود ہیں' اور معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منصوبے میں اس علاقے کی خاص اہمیت ہے۔ پاکستان کا باپ اسلام ہے تو اس کی ماں جمہوریت ہے' پاکستان الیکشن کے ذریعے سے وجود میں آیا ہے۔ پاکستان کی بقاء اور استحکام کے لئے اسلام اور جمہوریت دونوں لازم ہیں۔ سیاسی استحکام کے لئے ناگزیر ہے کہ یہاں انتخابات کا راستہ ہرگز نہ روکا جائے۔ ۳/ فروری کو لازماً انتخابات ہونا چاہئے اور انہیں کسی بھی صورت میں ملتوی نہ کیا جائے۔ پاکستان میں دو جماعتی نظام کا ابھرنا جمہوریت کے لئے خوش آئند ہے' لہٰذا بے نظیر بھٹو کو ہرگز انتخابات کا بائیکاٹ نہیں کرنا چاہئے۔ نگران حکومت پیپلزپارٹی کے دشمنوں کو حکومت میں شامل کر کے اور اسے منقسم کرنے کی کوشش کر کے ایک بڑی غلطی کی مرتکب ہوئی ہے۔ تاہم بے نظیر کو چاہئے کہ موجودہ دو جماعتی نظام میں اپنا کردار ادا کرے اور سندھ کارڈ کھیلنے کا بارے میں نہ سوچے۔ اس وقت ملک میں جیسی کچھ بھی جمہوریت ہے اس کا حال سب کو معلوم ہے' تاہم جب تک یہاں ایک حقیقی اسلامی انقلاب نہیں آتا اس وقت تک اسے Rules of the game کے مطابق چلنے دینا چاہئے۔

جماعت اسلامی کے امیر جناب قاضی حسین احمد صاحب نے فروری کے عام انتخابات کا بائیکاٹ کر کے درست قدم اٹھایا ہے اور وہ اس پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اب چاہئے کہ انتخابی سیاست کو مستقل طور پر خیرباد کہہ کر ان کی جماعت قوم کی اخلاقی و فکری تربیت کی طرف توجہ دے۔ الیکشن کو عوامی قوت کے ذریعے روکنے کی کوشش سے تباہ کن نتائج برآمد ہونے کا اندیشہ ہے۔

اگر جماعت اسلامی الیکشن کا راستہ ترک کر کے نظام اسلامی کے قیام کے لئے انقلابی راستہ اختیار کرنے پر تیار ہو تو تنظیم اسلامی کی طرف سے ایک متحدہ وفاق کی پیش کش موجود ہے۔ جماعت اسلامی' تنظیم اسلامی اور تحریک اسلامی مل کر افراد کو جمع اور منظم کرنے کی کوشش کریں تاکہ ایک انقلابی تحریک چلانے کے لئے افرادی قوت فراہم ہو سکے۔ احتساب کا عمل عام انتخابات کے بعد بھی جاری رہنا چاہئے۔ قادیانیوں کو "احمدی" لکھنے کا فیصلہ کر کے نگران حکومت نے ایک حساس اور طے شدہ معاملے کو چھیڑنے کی غلطی کی ہے۔ یہ فیصلہ فوراً واپس ہونا چاہئے۔ آئندہ آنے والے حکومت کے لئے لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے مردم شماری کرائے۔ اور مذہب کے ساتھ مسلک کا خانہ بھی رکھا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ملک میں مختلف مسالک کے ماننے والوں کی کتنی تعداد ہے۔

## پاک ایران تعلقات شاہ کے دور میں سچائی رکھتے تھے اب ان میں منافقت آگئی ہے

## فرقہ واریت نئی چیز نہیں ہے لیکن آج کی طرح فرقہ واریت نے اپنے منظم لشکر پہلے کبھی تیار نہیں کئے تھے

## سعودی عرب اور ایران دونوں نے فرقہ وارانہ اسلام کے لئے کثیر فنڈز فراہم کئے؟

# فرقہ وارانہ کشیدگی

### کے موضوع پر معروف صحافی جناب عبدالکریم عابد کا تجزیہ

سیشن کورٹ لاہور میں بم دھماکہ کو "را" کی کارستانی بتایا جا رہا ہے لیکن اس طرح کے بیانات صداقت کی بجائے مصلحت پر مبنی ہیں اور مصلحت ایک تو یہ ہے کہ پاک ایران تعلقات کو نقصان نہ پہنچے اور دوسرا یہ کہ کسی بھی فرقہ وارانہ تنظیم یا عنصر کو مورد الزام قرار نہ دینا پڑے اور "را" پر یہ ذمہ داری ڈال کر معاملہ کو رفع دفع کر دیا جائے۔ حالانکہ اب تک سپاہ صحابہ کے ستر سے زیادہ رہنما قتل کئے جا چکے ہیں اور شیعہ رہنما و کارکنان بھی کافی قتل کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مسجدوں اور امام بارگاہوں کو نشانہ بنایا گیا ہے مثلاً ملتان کی مسجد الخیر میں نمازیوں کا قتل عام ہوا۔ اس کے علاوہ شمالی علاقہ جات میں شیعہ سنی کشیدگی مستقل طور پر موجود ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ فرقہ واریت نے ہمارے قومی وجود کے لئے ایک خطرناک چیلنج کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اس چیلنج کو قبول کر کے اس سے نبٹنے کی بجائے ہم شتر مرغ کی طرح ریت میں سر چھپانا چاہتے ہیں' حقائق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت و اہلیت نہیں ہے اس لئے گریز یا فرار کے طور پر اس ذمہ داری کو "را" کے سر پر ڈال کر ہم اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ طرز عمل مسئلہ حل نہیں کر سکتا۔ اس سے روز بروز بڑھتی ہوئی فرقہ واریت کو اپنے پنجے گاڑنے میں مدد ملی ہے اور اگر حالات یہی رہیں تو ملک میں فرقہ وارانہ جنگ اور دہشت گردی ایک المناک منظر پیدا کرے گی۔

اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ فرقہ واریت اور اس کے اسباب و علل پر کھلی گفتگو کے لئے ہم تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ گفتگو ہر فریق کو ناراض کر دے گی اور سب کی ناراضی کا خطرہ مول لینے کی کسی میں ہمت نہیں ہے اس لئے لیپا پوتی سے کام لینا ہی بہتر سمجھا جاتا ہے۔ لیکن عوام میں نہ سہی خواص میں اس پر ضرور بحث ہونی چاہئے کہ یہ فرقہ واریت کیا بلا ہے' کس طرح اس نے جنم لیا اور اس مرض کا ازالہ کیونکر ممکن ہے اور یہ بحث کسی ذہنی تحفظ کے بغیر اور کسی رو رعایت کے بغیر ہونی چاہئے۔ اس معاملہ میں جو لوگ مصلحت بینی سے کام لے رہے ہیں وہ قومی اور ملی وجود کے لئے خطرہ میں اضافہ کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

"فرقہ واریت" نئی چیز نہیں ہے۔ یہ ہمارے معاشرے میں ہمیشہ موجود رہی۔ غیر منقسم ہندوستان میں بھی مدح صحابہ اور قدح صحابہ کی تحریکیں چلتی رہی ہیں' اور محرم کے موقع پر شیعہ سنی تصادم اکثر ہوتے رہے۔ لیکن ان کا اثر وقتی اور محدود تھا۔ آج کی طرح فرقہ واریت نے اپنے منظم لشکر تیار نہیں کئے تھے۔ اب جو اس میں اچانک اضافہ ہوا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مذہب کو بڑا فروغ مل رہا ہے۔ بات ویسے عجیب لگے گی کہ مادہ پرستی اور نفس پرستی کی دنیا کا ہر طرف زور نظر آتا ہے' عریاں فلموں اور فحش گانوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے' منشیات کا استعمال زوروں پر ہے' حرام کی کمائی عام ہو گئی ہے' اسراف کے تمام پچھلے ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں۔ یہ سب صحیح ہے لیکن تصویر کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ مساجد میں جہاں قیام پاکستان سے پہلے بوڑھے نظر آتے تھے اب نوجوانوں کی کثرت ہے۔ ہر مکتب فکر کا مذہبی لٹریچر اور تقریروں کے کیسٹ خوب خوب فروخت ہوتے ہیں۔ داڑھی والے نوجوانوں کی تعداد جو اب ہے پہلے کبھی نہیں تھی اور مذہبی تنظیموں کی نہ صرف کثرت ہے بلکہ ان تنظیموں کے لئے لوگ مالی ایثار سے بھی کام لیتے ہیں اور ان تنظیموں کا دائرہ کار سات سمندر پار تک پہنچ چکا ہے۔ لیکن "مذہب" کا یہ بیشتر فروغ خالص اسلام کا فروغ نہیں ہے۔ جماعت اسلامی یا تنظیم اسلامی یا ایک اور اس طرح کی کوئی جماعت ہو گی باقی سب کا "اسلام" فرقہ وارانہ اسلام ہے اور صدیوں سے ہمارے دینی مدارس میں یہی فرقہ واریت والا اسلام پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔ دور فرنگ میں نہ ان مدارس کی اہمیت تھی نہ ان مدرسوں کے علماء کو جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں رسوخ حاصل تھا' نہ ان مدرسوں کے طلبہ اس کثرت سے اور اس قدر منظم تھے۔ اس لئے ان کا نیا زور و شور جہاں اسلام کے نئے ابھار کا باعث بنا ہے وہاں یہ بھی حقیقت ہے کہ چونکہ یہ فرقہ وارانہ اسلام تھا اس لئے اس کے فروغ کے نتیجے میں فرقہ

> "اگر شیعہ سنی کشیدگی کو ختم کرنا ہے تو اس کے لئے تمام مستند شیعہ علماء اور رہنماؤں کی جانب سے متفقہ اعلان ہونا چاہئے کہ وہ "تبرا" نام کی کسی چیز کے قائل نہیں ہیں"

واریت کو بھی فروغ حاصل ہوتا رہا اور جب تک فرقہ واریت کے اصل کارخانوں یعنی دینی مدارس کے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم میں بنیادی تبدیلی نہیں ہو گی ان کا فروغ فرقہ واریت کا ہی فروغ ثابت ہو گا۔

انگریز کے زمانے میں بھی فرقہ واریت کا سیاسی استعمال تھا لیکن اس استعمال میں انگریز حکومت ایک خاص حد سے زیادہ نہیں جاتی تھی۔ جبکہ ہماری خفیہ ایجنسیوں نے اپنے مقاصد کے لئے اس فرقہ واریت کا بے دردانہ استعمال کیا اور اس استعمال میں قومی مفاد کو ملحوظ نہیں رکھا۔ دوسری طرف سعودی عرب اور ایران دونوں نے فرقہ وارانہ اسلام کے لئے کثیر فنڈز فراہم کئے۔ ایران میں علماء کی اسلامی تحریک کو پاکستان کی خفیہ تنظیموں اور ان کے علماء کی حمایت

## "ہمارے دینی مدارس میں فرقہ وارانہ اسلام پڑھایا جاتا ہے"

بھی حاصل نہیں تھی۔ سب شاہ ایران کے وفادار تھے اور شاہ کی حکومت سے ہی فنڈز حاصل کرتے تھے جبکہ ایران کی اسلامی تحریک کی حمایت میں مولانا مودودی کا رسالہ بند کیا گیا اور شاہ ایران کی مخالفت پر انہیں قید بھی بھگتنا پڑی۔ اس پس منظر میں جب ایران کا اسلامی انقلاب آیا تو اسے واقعی اسلامی سمجھا گیا لیکن بہت جلد انتہا پسند مولویوں کا طبقہ ایرانی سیاست پر غالب آ گیا۔ انہوں نے شریعت مدارے سے لے کر ابراہیم فیروی تک کے اعتدال پسند جدید و قدیم لوگوں کو اپنی صفوں سے نکال باہر کیا اور اسلامی انقلاب کو جلد ہی ایک عجمی انقلاب اور شیعہ انقلاب بنا دیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک طرف سعودی عرب' دوسری طرف ایران فرقہ وارانہ تنظیموں کے مالی سرپرست بن گئے۔ سعودی عرب نے صرف مالی سرپرست رہنے پر اکتفا کیا لیکن ایران اس سے بھی کئی قدم آگے بڑھ کر ان تنظیموں کو مسلح کرنے اور اسلحہ کے استعمال کی تربیت بھی دینے لگا۔ جہاں تک پاک ایران تعلقات کا مسئلہ ہے یہ شاہ کے دور میں سچائی رکھتے تھے۔ اب ان میں منافقت آ گئی ہے اور اس منافقت کے لئے ذمہ دار ایران ہے۔ کیونکہ ایک طرف وہ اپنے آپ کو پاکستان کے شیعہ افراد کے حقوق اور مفاد کا ٹھیکیدار بنا چکا ہے دوسری طرف عالم عرب میں بھی وہ اسی طرح کی ٹھیکیداری کا مظاہرہ کر رہا ہے اور دہشت گردی کی تحریکوں کو ہر ممکن امداد فراہم کر رہا ہے۔ حالانکہ پاکستان کے شیعہ اپنے حقوق اور مفاد کے لئے کسی بیرونی طاقت کی ٹھیکداری کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ خود اپنی ایک طاقت رکھتے ہیں اور اپنے حقوق و مفاد کی حفاظت بغیر کسی بیرونی سہارے کے کر سکتے ہیں اور کرتے رہے ہیں۔ جب تک ایسا ہوتا رہا شیعہ سنی کشیدگی بھی کوئی خاص نہیں تھی لیکن جب سے بیرونی اثر داخل ہوا ہے کشیدگی دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی جا رہی ہے اور حقائق کو چھپا کر یا دبا کر رکھنے سے یہ بڑھتی ہوئی کشیدگی ہرگز ختم نہیں ہو گی۔ اس کے لئے ایران پر دباؤ ہونا چاہئے کہ وہ اپنا طرز عمل تبدیل کرے اور ہمارے حکومتی اداروں کو بھی سعودی عرب اور ایران دونوں کی ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت پر نظر رکھنی چاہئے اور ان سے صاف صاف کہنا چاہئے کہ وہ اس ملک کو اپنی جنگ کا اکھاڑہ نہ بنائیں اور خود پاکستان کے سنی شیعہ عناصر میں یہ احساس پیدا کرنا چاہئے کہ بیرونی آلہ کار بن کر وہ اپنے مذہب و مسلک کی خدمت نہیں کر سکتے اور اسے نقصان پہنچانے کا سبب ہوں گے۔

شیعہ سنی کشیدگی میں ایک کردار ہمارے اہل تحقیق نے بھی ادا کیا ہے۔ ایک زمانے میں مرزا حسرت دہلوی نے دس بارہ رسالے یہ ثابت کرنے کے لئے لکھے کہ امام حسین غلط تھے اور یزید حق پر تھا۔ اس وقت اس کا کسی نے کوئی نوٹس نہیں لیا مگر بعد میں ہمارے اہل تحقیق کی تصانیف اس نقطہ نظر کی شائع ہوئیں اور سنی طبقہ میں مقبول ہونے لگیں اور ملتان میں جاگیردار زیادہ تر شیعہ یا نیم شیعہ تھے۔ گیلانیوں' گردیزیوں کے علاوہ قریشی نوابوں میں بھی شیعیت گھس آئی تھی۔ پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ صادق قریشی نے اخباری بیان کے ذریعے اعلان کیا کہ وہ شیعہ ہیں اور کئی نسلوں سے ان کا خاندان شیعہ چلا آ رہا ہے۔ جاگیرداروں کے خلاف متوسط طبقہ میں نفرت ہمیشہ موجود رہی ہے۔ اس نفرت کی ترجمان مجلس احرار بنی۔ اس سے پہلے وہ بیوروکریسی میں قادیانی غلبہ کے خلاف نفرت کی ترجمان رہی تھی اور اس میں طویل جدوجہد کے بعد کامیاب بھی رہی تھی۔ قادیانیوں کے ساتھ شیعوں کے خلاف بغض کا مظاہرہ کرنے کے لئے "حب معاویہ" کی تحریک چلائی گئی اور اس حب معاویہ کے مظاہرہ نے بھی شیعہ کے دلوں پر چوٹ لگائی۔ حالانکہ دیوبند کے مولانا قاری طیب صاحب نے فوراً ہی ایک رسالہ لکھ کر واضح کیا کہ امام حسن اور امام حسین ہمارے نزدیک ہمارے دینی رہنما ہیں اور یہ جو آج کل کچھ اہل تحقیق اپنی علمی تحقیقات کے جوہر دکھا رہے ہیں یہ ہمارا مسلک نہیں ہے۔ اس کے باوجود مقامی طور پر جمعیت العلمائے اسلام اور دیوبندی خیال کے علماء میں اس طرح کی کئی تحقیقات مقبول ہوئیں اور اس نے فرقہ وارانہ جذبات کو اس قدر ہوا دی کہ ان کی ایک منظم قوت طالبان کی صورت میں افغانستان کا نقشہ بدل رہی ہے۔ یقیناً ان طالبان کے پیچھے ہماری اندرونی اور بیرونی طاقتوں کا ہاتھ ہے۔ لیکن یہ کٹڑپسندی افغانستان تک محدود نہیں رہے گی اور وہاں کامیابی کے بعد ہمارے علاقے پر بھی یلغار کرے گی اور شمالی علاقہ جات اور سرحد کو تو آسانی سے فرقہ وارانہ جنگ کا میدان بنا سکتی ہے۔ دوسری طرف شیعہ تنظیم تحریک فقہ جعفریہ نہایت سمجھدار لوگوں کی جماعت رہی ہے۔ لیکن یہ سمجھدار لوگ معلوم نہیں کیوں اس قدر نادان بن گئے ہیں کہ اپنے آپ کو شیعہ مسائل تک محدود رکھنے کے بجائے ملکی سیاست میں ایک فریق بن گئے۔ پہلے وہ ایم آر ڈی میں گئے اب ایک الگ سیاسی جماعت کے طور پر ہیں۔ حالانکہ شیعہ مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر سیاسی جماعت میں رہیں۔ ہر ایک سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ تعمیر نہ کریں لیکن ایران کو خوش کرنے کے لئے اور اس سے فنڈز حاصل کرنے کے لئے اس ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کو قائم کیا گیا اور قائم رکھا جا رہا ہے۔ لیکن ایران کا آلہ کار بننے اور انتہا پسند فرقہ واریت کا مظاہرہ کرنے کی دوڑ میں دوسری جماعتیں فقہ جعفریہ سے کافی آگے بڑھ چکی ہیں اور آگے چل کر انہی انتہا پسند جماعتوں کو فروغ ہو گا اور تحریک فقہ جعفریہ ہنس کی چال چل کر اپنی چال بھی کھو بیٹھی ہے۔ فرقہ وارانہ کشیدگی کا ایک بڑا سبب شیعوں کا "تبرا" ہے۔ اگرچہ کہ فقہ جعفریہ کے ثقہ علماء نے اعلان کیا ہے کہ وہ صحابہ کا احترام کرتے ہیں اور کسی کو برا بھلا کہنا کسی صورت میں جائز نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ موقف انفرادی تو بہت کا ہے اگر شیعہ سنی کشیدگی کو ختم کرنا ہے تو اس کے لئے تمام مستند شیعہ علماء اور رہنماؤں کی جانب سے متفقہ اعلان کرنا چاہئے کہ وہ "تبرا" نام کی کسی چیز کے قائل نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ دونوں کی طرف سے دل آزار تقریروں اور تحریروں کا سلسلہ بند ہونا چاہئے جو کشیدگی کو مسلسل ہوا دئے جا رہا ہے۔ حضرات شیعہ نے تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کو اسلامی ملک قرار دینے کے لئے بھی انہوں نے

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

# "ڈاکٹر اسرار احمد اور ان کے خطبات خلافت"

تحریر : ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

ایک مضمون جو ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب "خطبات خلافت" کی تقریب رونمائی میں پڑھا گیا

ظہور اسلام سے سب سے زیادہ تکلیف یہود اور مشرکین کو ہوئی۔ چنانچہ گزشتہ چودہ صدیوں سے اسلام اور اسلامی دنیا کے خلاف عالمی صیہونیت کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں' وجہ یہ ہے کہ اسلام کا پیغام توحید ربانی اور تصور وحدت نسل انسانی نہ یہود کو گوارا ہے اور نہ بت پرست مشرکین اسے گوارا کر سکتے ہیں۔ عقیدۂ توحید سے خرمن شرک و بت پرستی خاکستر ہوتا ہے جبکہ وحدت نسل انسانی دراصل احترام آدمیت و مساوات کا دوسرا نام ہے۔ اس سے یہود کے زعم برتری اور نسلی تفوق پر ضرب پڑتی ہے جو خود کو منتخب امت اور اللہ تعالیٰ کے فرزند تصور کرتے ہیں' اسی طرح انسانیت کا مساویانہ احترام و مقام مشرکین کے طبقاتی معاشرہ پر بھی ضرب کاری لگاتا ہے اسی لئے نص قرآنی کی رو سے اہل ایمان کے بدترین دشمن اور شدید ترین مخالف یہودی ہوں گے یا بت پرست مشرکین ہوں گے' اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اس پر گواہ ہے۔

چنانچہ گزشتہ چودہ صدیوں سے صورتحال یہ چلی آتی ہے کہ ایک طرف تو شرک کی آلائشوں میں مبتلا اور یہودیت زدہ دنیا کے خبیث اور شیطانی ذہن مسلسل حملہ آور ہوتے رہے ہیں۔ جنگ احزاب و تبوک سے لے کر آج تک کبھی روم اور ایران کی بادشاہتوں کو نوزائیدہ مملکت اسلام پہ ٹوٹ پڑنے کے مشورے اور تحریص ملتی رہی' کبھی یہ دسیسہ کاری صلیبی جنگوں کا طوفان بن کر عالم اسلام پر ٹوٹ پڑی' کبھی استشراق و استعمار کے رنگ میں اسلامی معاشروں کو کھوکھلا کرنے اور اسلامی مشرق کا استحصال کرنے کی کوشش کی گئی اور کبھی کمیونزم کو اسلام کے مدمقابل لا کر کھڑا کر دیا گیا ہے' لیکن اس دسیسہ کاری اور ریشہ دوانی کا پس منظر ایک ہی تھا : یہود کا وہ حسد جو عظمت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور فتوحات و غلبہ اسلام پر حملہ آور ہوتا رہا' آج اسی عالمی صیونیت نے صلیب کے ناخداؤں کو اسلام کے خلاف کھلی جنگ کے لئے لا کھڑا کیا ہے۔

دوسری طرف دین اسلام اور کتاب زندہ قرآن حکیم کی حفاظت تو پروردگار عالم فرما ہی رہا ہے کہ یہ اس کا وعدہ ہے' مگر یہ اسلام اور کتاب زندہ ہے جو مسلمانوں کی بھی حفاظت کرتے رہے ہیں اور عالم اسلام کے لئے دفاع کا وسیلہ بنتے رہے ہیں' اسی لئے تو حکیم الامت شاعر مشرق نے ایک موقع پر بجا فرمایا تھا کہ اسلام کو مسلمانوں نے نہیں بچایا بلکہ ہمیشہ اسلام نے مسلمانوں کے لئے ایک ڈھال کا کام دیا ہے' یہ تاریخی حقیقت بھی کسی دلیل یا وضاحت کی محتاج نہیں۔

لیکن یہ حقیقت بھی عیاں ہے کہ لیظھرہ علی الدین کلہ کے حکم ربانی کے مطابق اسلام کی برتری اور غلبے کے لئے علمائے امت اسلامیہ کا عملی جہاد بھی تسلسل سے جاری رہا ہے جن کا امت میں مرتبہ و مقام وہی ہے جو بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کو حاصل تھا۔ چنانچہ علمائے امت نے ایک طرف تو دشمنان اسلام کی فکری یلغار کا رستہ روکا ہے اور امت کی رہنمائی کی ہے مگر کچھ اہل ہمت ایسے بھی ہوئے جنہوں نے امت کے فکری دفاع اور رہنمائی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسلام کو ایک ہمہ گیر سیاسی' معاشی اور معاشرتی قوت بنانے کا بیڑہ بھی اٹھاتے رہے ہیں۔ فکر و عقیدہ کی اصلاح اور شریعت اسلامی کے تفوق و برتری کے لئے کام کرنے والوں میں ائمہ اربعہ اور بزرگان اسلاف کے بعد جو نام نمایاں نظر آتے ہیں ان میں امام ابن تیمیہ' ابن القیم' محمد بن عبدالوہاب نجدی' مہدی سوڈانی اور امام سنوسی ہیں۔ ملت اسلامیہ کے احیاء کی جو کوششیں برعظیم پاک و ہند میں ہوئی ہیں وہ ایک الگ سلسلہ ہے' مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی' شاہ ولی اللہ دہلوی' مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ اور یہ ایسی کڑیاں ہیں جن پر عالم اسلام میں تحقیق ہو یا نہ ہو' ان کے ثمرات اور نتائج سے ہم مستفید ہوں یا نہ ہوں مگر عالمی صیونیت اور استحصالی و استعماری صلیبیت اور ان کے گماشتے تحقیق میں لگے ہوئے ہیں اور حاصل ہونے والے نتائج اور ثمرات کو کام میں لاتے ہوئے آج کی اسلامی دنیا میں اٹھنے والی بیداری کی لہروں کا سدباب کرنے اور اسلام کو ایک قوت متحرکہ سے روکنے کی تدابیر میں لگے ہوئے ہیں۔

پاکستان کی گزشتہ پچاس سالہ تاریخ کے دوران میں جن لوگوں نے اسلام کو ایک غالب قوت متحرکہ کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے ان میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے بعد آنے والوں میں ڈاکٹر اسرار احمد کا اسم گرامی سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ جس دعوت کو وہ لے کر آگے بڑھ رہے ہیں وہ انہی بزرگوں کی سعی مشکور کے سلسلے کی ایک کڑی ہے اور میرے خیال میں یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے۔ اب تک انہوں نے جو کوششیں کی ہیں اور جس انداز سے کی ہیں وہ اپنے عملی اسلوب' وسائل کار اور نتائج کے لحاظ سے بہت اہم ہیں اور اپنی جگہ دعوت فکر کی حیثیت رکھتی ہیں' بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ان کی دعوت کا انداز بالکل منفرد اور انوکھا ہے جس نے پاکستان اور بیرون پاکستان بہت گہرے اثرات ڈالے ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب پاکستان میں خلافت کا احیاء چاہتے ہیں اور انہوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے مقدور بھر اپنی عملی جدوجہد کے ساتھ اپنے چار "خطبات خلافت" میں ایک عملی پروگرام بھی دیا ہے جسے منشور خلافت کہا جا سکتا ہے۔ ان چار

خطبات میں سے دوسرا اور تیسرا خطبہ اسلام کے سیاسی ڈھانچے اور معاشی و معاشرتی ضوابط سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان دو خطبات میں زیر بحث آنے والے مسائل پر پہلے لوگوں نے بھی بات کی ہے اور مزید کام کی بھی گنجائش ہے کیونکہ قرآن و حدیث کی نصوص پر غور کرنے اور پھر عہد نبوت اور زمانہ خلافت راشدہ کے عملی پہلوؤں پر نظر ڈالنے سے ان مسائل پر مزید بحث کر کے نئے نتائج کا استخراج و استنباط ممکن ہے اور یہ کام جاری رہنا چاہئے۔

مگر پہلا خطبہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا پیغام ہے امت کے نام کہ غلبہ اسلام اور اسلامی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی عالمی نوید سنادی گئی ہے' بے عمل بلکہ بدعمل مسلمانوں کو اپنے کئے کی سزا ملنے والی' اسی طرح امت اولیٰ یعنی یہود بنی اسرائیل کا بھی حشر ہونے والا ہے۔ دونوں امتوں کی قدرتی سزا کے بعد خلافت اسلامیہ کا قیام عمل میں آجائے گا اور عالم انسانیت کو وہی انصاف اور سکون میسر آئے گا جو عہد نبوی و خلافت راشدہ میں نصیب ہوا تھا بلکہ یہ بتانا مشکل ہو گا کہ دونوں میں سے کس دور کو ترجیح دی جائے کیونکہ دونوں دور --- اول و آخر --- گہری مماثلت اور مشابہت کے باعث ایک جیسے نظر آئیں گے۔

چوتھے اور آخری خطبے میں ڈاکٹر صاحب نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے لئے مطلوبہ تحریک و جدوجہد کا پروگرام دیا ہے اور یہ ایک ایسا عملی پروگرام دیا ہے جسے عملی شکل دینے سے یہ منزل قریب آسکتی ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ عہد نبوت کے دوران جو عملی خطوط سامنے آئے ہیں انہیں اپنانا ہوگا۔ اس کے لئے سیرت نبوی کے وسیع' جامع اور گہرے مطالعہ کی ضرورت ہو گی۔ وہ مطالعہ سیرت نبوی کے بعد اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ کام بالاختصار تین مراحل میں انجام پائے گا' پہلا مرحلہ دعوت ایمان بذریعہ قرآن ہے جو تزکیہ نفس اور عملی تربیت سے افراد تحریک تیار کرنے کا مرحلہ ہے۔ دوسرا مرحلہ اجتماعی تنظیم کی شکل اختیار کرنے کا مرحلہ ہے جس کا اہم عنصر ان کے نزدیک بیعت ہے اور تیسرا فیصلہ کن مرحلہ عملی اقدام سے حصول منزل کا مرحلہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی اس رائے سے اختلاف ممکن نہیں کہ جس طرح بالاخر سچ غالب آتا ہے اور اس کا مقابل جھوٹ بھاگنے پر مجبور ہو جاتا ہے اسی طرح ایک وقت ایسا آنے والا ہے جس میں وہ دین اسلام غالب آکر رہے گا جو نوح و ابراہیم علیہما السلام کے بعد موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے ہوتا ہوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری پیغام پر آکر مکمل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام حق ایک ہی تھا جو تمام انبیاء کی دعوت کا مرکزی نقطہ تھا یعنی صرف اور صرف اللہ رب العزت کے حکم کے سامنے سر بہ سجود ہو جاؤ۔ اسی سر تسلیم خم کرنے کا نام اسلام ہے اور یہی حق ہے' حق نے غالب ہونا ہے۔ یہی انصاف کا تقاضا ہے اور اسی میں انسانیت کی نجات ہے۔ کل روئے زمین پر انصاف کا بول بالا ہو کر رہے گا۔ آج کا بیدار اور باضمیر انسان بڑی سنجیدگی سے اور عالمی صیہونیت و بت پرستی کے تمام شیطانی ہتھکنڈوں کے باوصف اسی حق و صداقت اور اسی عدل و انصاف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جیسے جیسے روشنی بڑھتی جا رہی ہے اسی انداز اور اسی مقدار سے حق واشگاف ہوتا جا رہا ہے' آخر انسان کو کیا چاہئے؟ خوشی اور سکون۔ یہ خوشی اور سکون کیسے مل سکتا ہے' جب اس روئے زمین پر حق کا بول بالا ہو اور جھوٹ کو ذلیل اور رسوا ہو کر بھاگنا پڑے اور یہ صرف انصاف سے ممکن ہے۔ اسی حق اور اسی انصاف کا دوسرا نام اسلام ہے' وہی اسلام جو نوح و ابراہیم اور پھر موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے ہوتا ہوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر مکمل ہو گیا' اور دین حق کی اسی تکمیل پر یہود جل رہے تھے اور اسی ظہور حق سے شرک و بت پرستی کی دنیا میں زلزلہ آگیا تھا۔ اسی لئے چودہ صدیوں سے یہود و مشرکین جہاں بھی ہیں اس سچائی کے سامنے بند باندھنے میں کوشاں ہیں مگر اب علم کی روشنی عام ہو چکی ہے۔ انسان کا ضمیر بیدار ہو چکا ہے۔ وہ تاریکی سے نالاں اور ظلم سے بیزار ہے۔ اسے روشنی اور عدل و انصاف کی تلاش ہے۔ یہ نور حق اور یہ عدل و انصاف اللہ کا دین ہے جو اسلام کہلایا۔ یہ اللہ کا دین اور یہ اسلام غالب آکر رہے گا۔ غلبہ حق کا یہی مرحلہ خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کا مرحلہ ہو گا۔

ڈاکٹر اسرار احمد کا یہ ارشاد بھی بجا ہے کہ حق و انصاف پر مبنی اس نظام اسلام کا قیام تبھی ممکن ہو گا جب ہم اس سلسلے میں سیرت طیبہ کا ہمہ پہلو مطالعہ کر کے رہنمائی حاصل کریں گے۔ یہ شرف صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے کہ انسانی تاریخ میں سب سے پہلے یہ تصور آپ نے ہی دیا کہ تحریک کی کامیابی کے لئے جہاں تربیت یافتہ کارکن درکار ہوتے ہیں وہاں ایک ہمہ جہت منظم جماعت بھی درکار ہوتی ہے۔ بعد میں آنے والے تمام علمبرداران تحریکات ہمارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے خوشہ چین ہیں۔ ہمہ گیر اور مکمل تبدیلی یعنی جامع انقلاب برپا کرنے کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔ آج دنیا میں اسلام کا نظام حق و انصاف قائم کرنے کے لئے پوری طرح اسلام کے رنگ میں رنگے ہوئے اور حق و انصاف کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تربیت یافتہ عملی کارکنوں کی ضرورت ہے جو منظم جماعت کی شکل میں میدان عمل میں آگے بڑھیں۔ البتہ آج کے الجھے ہوئے اور تہہ در تہہ پھیلے ہوئے انسانی معاشرے اور تہذیب کو سامنے رکھتے ہوئے عملی اقدام کے راستے واضح طور پر اور آج کے حالات کے تقاضوں کے مطابق متعین کرنا ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس اقدام کی آخری صورت میدانی مظاہروں اور پھر ان مظاہروں کے نتیجے میں عملی تصادم سے فتح پانا ممکن بتایا ہے مگر میرے نزدیک یہ صورت عمل شاید مناسب نہ ہو۔ خصوصاً پاکستان کے معروضی حالات میں تو شاید یہ کامیابی ممکن بھی نہ ہو' ان کے سامنے شاید ایران میں عوامی مظاہروں کے بعد بادشاہت کے خاتمے اور انقلابی اسلامی حکومت کا قیام ہو اور وہ یہ خیال کرتے ہوں کہ ہر جگہ یہ طریقہ آزمایا جا سکتا ہے' مگر ایران کے حالات پاکستان سے یکسر مختلف تھے۔ وہاں ایک ظالم و عیاش بادشاہ حکمران تھا جس کا مقابلہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ' منظم اور طاقتور مذہبی طبقے سے تھا جس کی پشت پناہی کے لئے ایک ہی مذہب اور ایک ہی مسلک کے مسلمان موجود تھے' پاکستان کے فرقہ پرست اسلامی معاشرے میں اتحاد پیدا کئے

(باقی صفحہ ۳۸ پر)

**"ڈاکٹر اسرار احمد کی کوششیں اور انداز اپنے عملی اسلوب' وسائل کار اور نتائج کے لحاظ سے بہت اہم اور اپنی جگہ دعوت فکر کی حیثیت رکھتی ہیں"**

## مہاجر قومیت کو تسلیم کرنے کے لئے ہم ہرگز تیار نہیں!

## سندھ اب ٹرپل پی کا مضبوط قلعہ نہیں رہا

# ممتاز بھٹو اپنے خیالات کے آئینے میں

### ایک انٹرویو جو ان کے وزیر اعلیٰ بننے سے پہلے لیا گیا ہے

محمد بدر منیر

ذوالفقار علی بھٹو کے کزن ممتاز بھٹو سندھ کی سیاست کے افق پر ایک روشن ستارہ بن کر ابھرے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ اپنی شخصیت کو اپنے سابق وزیر اعظم بھائی کے سایہ اور سحر سے آزاد کرانے میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں تو یہ مبالغہ نہ ہو گا۔ ممتاز نے بھٹو کی المناک موت سے ایک سبق ضرور حاصل کیا ہے اور وہ یہ کہ ان کا تعلق جس طبقے سے ہے اس میں وفاداری نام کی کوئی چیز اگر ہے تو وہ صرف طاقت اور اقتدار سے ہے' زوال اور مصیبت کے ایام میں یہ طبقہ اپنا دامن جھٹک کر ایک طرف ہو جاتا ہے اور طاقتور سے اپنا رشتہ استوار کرتا ہے خواہ اس کے لئے اسے اپنا "سب کچھ" قربان کیوں نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ انہوں نے ایک ملاقات کے دوران بتایا:

"میں سندھ اور پنجاب کے ان تمام لیڈروں کے پاس گیا جو ذوالفقار علی بھٹو سے وفاداری کا دم بھرتے تھے۔ میں نے ان سے التجا کی کہ صرف اور صرف عوامی تحریک ہی بھٹو کو بچا سکتی ہے' آیئے ہم سب مل کر تحریک چلائیں لیکن سب اپنے گھروں میں بند ہو کر رہ گئے۔ کچھ ملے تو انہوں نے کانوں کو ہاتھ لگا کر معذرت کی اور بعض ملے ہی نہیں --- پھر اس کا ردعمل یہ ہوا کہ مجھے قید کر دیا گیا اور بھٹو صاحب پھانسی پر چڑھ گئے۔ میں نے ان تمام افراد کی فہرست بیگم نصرت بھٹو کو پیش کر دی تھی لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ سب لوگ اب بیگم صاحبہ کے گرد و پیش موجود ہیں اور بھٹو صاحب کی موت کی صورت میں جو "ہیرو چیک" ملا تھا یہی لوگ اسے کیش کرا رہے ہیں"۔

ممتاز بھٹو نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب وہ "سندھی' بلوچی' پختون فرنٹ" کے کنوینر کی حیثیت سے سیاست میں اپنی واپسی کی راہ ہموار کر رہے تھے۔ "ٹرپل پی" سے ان کی سیاسی راہ الگ ہو چکی تھی۔ اپنی کلفٹن والی رہائش گاہ پر اپنے مداحوں کے ہجوم میں گھرے ہونے کے باوجود وہ ہر سوال کے جواب میں واضح انداز بیان اختیار کر رہے تھے' ان کے کسی جملے میں ابہام نہ تھا۔ وہ "آف دی ریکارڈ" باتیں کرنے کے قائل نہ پہلے تھے اور نہ اب ہیں۔ ان کی یہ بات سو فیصد درست ہے کہ "وہ منافقت کی سیاست نہیں کرتے"--- کوئی مجبوری یا مصلحت انہیں اپنے ناپسندیدہ شخص سے ہاتھ ملانے پر آمادہ نہیں کر سکتی اور نہ اپنے پسندیدہ شخص سے کنارہ کشی پر مائل کر سکتی ہے۔ دوستی اور دشمنی دونوں میں کھرے اور دوٹوک۔ ان دنوں وہ وفاق کی بجائے کنفیڈریشن کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ وہ بڑے فخر سے خود کو نیشنلسٹ کہہ رہے ہیں اور سندھ کے نیشنلسٹ نوجوانوں کو اپنے گرد جمع کرنے میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ سیاست میں "بیگمات" کی آمد کو پسند نہیں کرتے کیونکہ یہ سندھ کی تہذیبی روایات کے خلاف ہے کہ مرد تو منہ چھپا کر گھروں میں بیٹھ رہیں اور عورتیں گھر سے باہر نکل کر سیاست کرتی پھریں۔

کراچی' لاہور اور پھر اسلام آباد میں ممتاز بھٹو سے کئی ملاقاتوں کے بعد ان میں کی اس بات سے متفق ہوں کہ اب سندھ ٹرپل پی کا مضبوط قلعہ نہیں رہا۔ ٹرپل پی کی بیگمات نے جو انداز سیاست اختیار کیا ہے اس کی بنا پر اب سندھ کے عوام یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ گزشتہ بیس سال کے دوران ان کا سب سے زیادہ استحصال اس پارٹی نے کیا ہے جس کے لئے انہوں نے بے پناہ قربانیاں دی تھیں' اور انہیں اگر کچھ ملا ہے تو وہ انہی لوگوں سے ملا ہے جن کے خلاف انہیں جدوجہد پر اکسایا گیا تھا۔

میں نے سوال کیا کہ "آپ کس طرح اس نتیجے پر پہنچے کہ سندھ اب ٹرپل پی کا مضبوط قلعہ نہیں رہا"۔

"میں سیاست میں ہوں' میری سیاست ڈرائنگ روم کی سیاست نہیں' میں سخت گرمیوں میں تھرپارکر اور جیکب آباد کے گوٹھوں میں گیا ہوں' میں نے عوام سے براہ راست رابطہ قائم کیا ہے' جہاں چار خاندان آباد تھے' میں وہاں بھی گیا ہوں۔ میں نے ان سے مسائل معلوم کئے ہیں' میں نے ان سے دل کی باتیں کی ہیں اور ان کے دلوں کی باتیں سنی ہیں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ انتخابی مہم کے سوا کسی بھی سیاست دان نے سندھ کے عوام سے اتنی ملاقاتیں نہیں کی ہوں گی۔ میں نے انہیں اپنے خیالات سے آگاہ کیا ہے اور وہ اپنے ان مسائل کا حل

> **"ایم کیو ایم کو سندھی قوم پرست تنظیموں اور سندھی تہذیب و ثقافت سے سمجھوتہ کرنا ہو گا۔" ممتاز بھٹو**

چاہتے ہیں جن کا تعلق ان کی روز مرہ زندگی سے ہے۔ وہ شہریوں کی طرح عالمی سیاست کی باریکیوں سے آگاہ نہیں اور نہ وہ یہ ماننے کے لئے تیار ہیں کہ ان کی ہر تکلیف کی ذمہ داری امریکہ یا کسی اور بڑی طاقت پر ہے لیکن ہمارے سیاست دانوں اور حکمرانوں کا رویہ یہ ہے کہ اگر سیلاب آتا ہے تو اس کی وجہ امریکہ ہے اور اگر بارش نہیں ہوتی تو اس کی ذمہ داری بھی امریکہ پر عائد ہوتی ہے --- دوسری سیاسی پارٹیوں کی طرح پیپلز پارٹی بھی اپنے دانت نکلوانے کے لئے امریکہ جاتی ہے اور کان صاف کرانے کے لئے بھی امریکہ کا رخ کرتی ہے۔ اس پارٹی نے

**"وہ سیاست میں "بیگمات" کی آمد کو پسند نہیں کرتے کیونکہ یہ سندھ کی تہذیبی روایات کے خلاف ہے"**

لاڑکانہ کے اتنے چکر نہیں لگائے ہوں گے جتنے امریکہ کے لگائے ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں پیپلز پارٹی کو مظلوم سمجھ کر لوگوں نے ووٹ دیا تھا لیکن ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں اس پارٹی کو ووٹ کم ملے اور اب تو معاملہ صاف ہی ہے"۔

"آپ کے خیال میں اس صورتحال سے نجات پانے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟"

"آپ کی مراد کس صورتحال سے ہے؟" انہوں نے سوال کیا۔

"اس سیاسی خلاء سے ہے جو سندھ میں پی پی کی عدم موجودگی سے پیدا ہو گا"۔

"وہ سیاسی خلاء تو ہم پر کرتے جا رہے ہیں۔ ہم سے ہماری مراد سندھ کے قوم پرست ہیں۔ سندھ نیشنل فرنٹ نے سندھ کی دوسری قوم پرست سیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر ایک اتحاد قائم کر لیا ہے جو سندھ میں مستقبل کی ایک موثر سیاسی قوت ہو گی اور انتخابات کی صورت میں اسے ہی کامیابی حاصل ہو گی؟۔

"لیکن سندھ کے شہری علاقوں کا کیا ہو گا جہاں سیاسی قوت کا محور و مرکز ایم کیو ایم ہے؟"

"ہم اس کی قوت سے انکار نہیں کرتے لیکن اگر وہ واقعی اپنے لوگوں کی ہمدرد ہے تو اسے سندھ کے اندر ہی اتحاد کا راستہ اپنانا ہو گا۔ اسے سندھ کی قوم پرست تنظیموں کے ساتھ سمجھوتہ کرنا ہو گا۔ اسے سندھ کی ثقافت اور تہذیب کے ساتھ مربوط ہونا ہو گا۔ ایم کیو ایم نے گزشتہ پانچ سال میں دو وفاقی جماعتوں سے معاہدے کئے اور دونوں کے اس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا"۔

"تو کیا آپ ایم کیو ایم سے مذاکرات کے لئے تیار ہیں؟"۔

"یقیناً --- کیونکہ جو سندھ میں آباد ہیں ان میں سے کسی کے کو سندھ سے نکالا نہیں جا سکتا' ہمیں بہرحال یہیں جینا اور مرنا ہے تو ہمیں کسی نہ کسی نتیجے پر پہنچنا ہو گا۔ لیکن جہاں تک مہاجر قومیت کا سوال ہے اسے ہم تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں"۔

"پھر سمجھوتہ کس طرح ہو گا؟"

"جب مذاکرات کی میز پر بیٹھیں گے اور دل میں خلوص ہو گا تو یقیناً سمجھوتہ بھی ہو جائے گا۔ زندہ رہنے کے لئے سمجھوتہ کرنا ہی پڑتا ہے"۔

"ممتاز صاحب! آپ نے دسمبر ۱۹۹۲ء میں کہا تھا کہ کنفیڈریشن کوئی حرف آخر نہیں' کیا آپ اب بھی اس بات پر قائم ہیں؟"

"میں نے کہا ناں کہ مذاکرات کی میز میرا پسندیدہ فرنیچر ہے۔ میں ہر موضوع پر بات کروں گا۔ میں ضدی شخص نہیں ہوں' لیکن اصولوں پر کوئی سودے بازی نہیں کروں گا۔ میں دلائل کے ساتھ بات کرتا ہوں اور دلائل کی زبان ہی میں دوسروں کی باتیں سنتا ہوں"۔

ممتاز بھٹو نے سندھ کے سیاسی دلدل پر خطرے کے نشانات کو مٹانے کا سلسلہ اس عزم کے ساتھ شروع کیا ہے کہ وہ عوام کے نام پر عوام کا' سندھ کے نام پر سندھ کا اور مذہب کے نام پر مذہب کا استحصال نہیں ہونے دیں گے' انہوں نے گزشتہ ایک سال میں اپنے گھر میں شاید پندرہ دن بھی نہیں گزارے ہوں گے۔ وہ سندھ کے ریگزاروں میں' کچے میں اور شہروں میں سیاست کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔ انہوں نے عوام کے بارے میں عوام سے براہ راست باتیں کی ہیں' ان کے مسائل سے آگاہی حاصل کی ہے اور ان کے دلوں تک پہنچنے کے لئے ایک نئی راہ اپنائی ہے اور ان کی یہ مہم ان دنوں بھی جاری رہی جب انتخابات کا دور دور تک پتا نہ تھا نہ اس کے امکانات تھے اور نہ فی الحال اس کے امکانات ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریروں میں کہیں بھی انتخابات کی بات نہیں کی اور یہی بات سندھ کے دیہی عوام کے لئے حیران کن تھی کیونکہ لیڈروں نے الیکشن کے سوا کبھی عوام کو اس لائق نہیں سمجھا کہ ان سے رابطہ کیا جائے۔ ممتاز یہ بھی کہتے ہیں کہ سندھ میں اگر پی پی پی کی موجودہ قیادت کی بجائے مرتضیٰ بھٹو ہوتا تو سندھ کو ہرگز دو لسانی حصوں میں تقسیم نہیں ہونے دیتا۔ وہ سندھ کے شہری اور دیہی علاقوں کو ایک ساتھ لے کر چلتا اور شاید یہی وجہ ہے کہ "کچھ لوگ مرتضیٰ کی پاکستان آمد کے خلاف ہیں"۔

سندھ کے چند اور سیاست دانوں سے بھی میری گفتگو ہوئی ہے' انہوں نے بظاہر ممتاز کے خیالات کی بھرپور تائید نہیں کی لیکن دبے دبے لفظوں میں وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ گزشتہ ایک سال کے اندر ممتاز بھٹو نے جتنی محنت کی ہے سندھ کی سیاست میں اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔


اللہ کے پر تاثیر کلام سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہونے کی خاطر عربی زبان سیکھنے کے لئے' اس کے ابتدائی قدم کے طور پر

**عربی گرائمر خط و کتابت کورس** (حصہ اول و دوم)

میں داخلہ لیجئے!

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس کے حصول کے لئے رابطہ کیجئے :

شعبہ خط و کتابت کورسز' قرآن اکیڈمی' 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور' فون : 3۔5869501

## کانٹ چھانٹ صرف پاکستانیوں کے لئے ہی کیوں؟

## صیہونی لابی نے سیاسی طور پر متحرک پاکستانی نژاد امریکیوں کو ملیا میٹ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے

## وال سٹریٹ جنرل کی سرگرمیاں دراصل کچھ اور ہی مقصد لئے ہوئے ہیں

# صیہونی لابی اور پاکستانی نژاد امریکی

کے عنوان سے ہفت روزہ "مسلم ورلڈ" کراچی میں شائع ہونے والا ایک چونکا دینے والا مضمون

اخذ و ترجمہ : قطب الدین رحمانی

ویسے تو ہم سالہا سال سے ایسے قصے کہانیاں سنتے رہے ہیں جن میں Capitol Hill پر خوفناک قوت کی حامل یہودی لابی کا غلبہ مترشح ہوتا تھا۔ اور یوں عرصہ دراز تک ایسی کہانیاں اپنے اثرات مرتب کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آگیا کہ نیویارک میں رہنے والے پاکستانی نژاد امریکی مقالہ نگار مسعود حیدر کے مطابق انتظامیہ کے ایوانوں کی دھلیزوں کے اندر اور باہر امریکی قانون ساز بھی اس قوت سے خوف زدہ رہنے لگے۔

اور پھر جیسے ہی پاکستانی نژاد امریکی باشندے (حقوق قومیت حاصل کرنے والے اور پیدائشی حق رکھنے والے) اس طاقتور لابی کے ہتھکنڈوں سے متعارف ہوئے اور عقل و فراست سے کام لینے لگے یہ ایسے ہتھکنڈے تھے جن کے ذریعے امریکی کانگریس کو آلہ کار بنایا جا سکتا تھا۔ ۶ فیصد ووٹ بینک کے ہتھکنڈے ہوں یا اور کوئی طریقہ تو صیہونی لابی نے ایسے پاکستانی نژاد امریکیوں کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے اور آن کو ملیا میٹ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

دراصل اس پاکستانی نژاد امریکی آبادی نے سینٹ کے کم از کم ۸ ارکان اور کانگریس کے ۱۵ ارکان کے چناؤ میں بھرپور مدد کی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ان کا سیاسی اشتراک ان کے لئے باعث اذیت ثابت ہوا اور سچ تو یہ ہے کہ اس امریکی آبادی کی کاوشیں پوشیدہ قوتوں کو کیونکر گوارا ہو سکتی تھیں۔ ان قوتوں کا عقیدہ یہ تھا کہ اگر ایسے رجحانات کی حوصلہ افزائی کی گئی تو تمام ایسی سیاسی سرگرمیاں ان کے مفادات کے منافی ہوں گی۔

پاکستانی تو فقط وقت کی آواز کو لبیک کہہ رہے تھے۔ ولایات متحدہ جو کہ سرد جنگ کے اختتام پر دنیا کے نقشے پر ایک سپرپاور کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئی ہے' دوسری قوموں پر پوری شدومد کے ساتھ اپنی اجارہ داری قائم کر رہی ہے۔ جدید عالمی نظام کو مستحکم کرنے کے لئے امریکہ اپنی پالیسیوں کو تو عادلانہ اور مبنی برحق سمجھتا ہے بلکہ اس حد تک کہ اس کے خیال میں دوسری اقوام پر تسلط عین فطرت کے مطابق ہے۔

عراق کے خلاف پابندیوں سے لے کر بوسنیا کی جنگ' فلسطینیوں کی خود مختاری' شام' لیبیا اور سوڈان کے خلاف پابندیاں' کیوبا کے خلاف پابندیاں اور مزید براں ان تمام ممالک کے خلاف پابندیاں جو ان ممالک کے ساتھ تجارتی روابط قائم کئے ہوئے ہیں' ان سب مراحل میں اپنے مقاصد کے حصول کے لئے امریکہ اپنی تمام تر قوت استعمال کر رہا ہے۔

> **"صیہونی لابی نے متحرک اور فعال پاکستانی نژاد امریکیوں کو ملیا میٹ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے"**

اس پر مستزاد یہ کہ جب بھی کبھی پاکستانیوں' کشمیریوں' عربوں اور ترکوں نے امریکی کانگریس میں ان لابیوں کی مخلیب کے بارے میں استفسار کیا تو قانون سازوں نے بڑی فراخ دلی سے مشورہ دیا کہ اگر تم Capitol Hill کی راہ داریوں میں اثر و رسوخ چاہتے ہو تو اس امریکی سسٹم کے ساتھ چلتے ہوئے ووٹ بینک اور سرمایہ کو استعمال کرو اور سینیٹ اور کانگریس کے ارکان کی اپنے اپنے علاقوں میں مالی امداد کرو۔ لیکن وہاں تو امریکی دستور کے مطابق کچھ اصول بھی وضع کئے ہوئے ملیں گے۔ ان میں سے ایک یہ کہ تمام چندے امریکی شہریوں کی طرف سے ہوں' چاہے وہ کسی بھی نسل سے تعلق رکھتے ہوں اور وہ اس بات کا بھی ثبوت دیں کہ ان کی اپنی محنت کی کمائی ہے۔ اگرچہ ایسا کبھی بھی نہیں ہوا کہ کمائی کے بارے میں کسی بھی سیاسی پارٹی نے چھان بین کی ہو۔ اور ایسا ہوتے ہوئے بھی یہ حقیقتاً امریکی سیاسی نظام میں ایک بہت بڑے سقم کی نشاندہی کرتا ہے۔

چنانچہ Capitol Hill پر براجمان ان طاقتور لابیوں کو جب یہ بات آشکارہ ہوئی کہ پاکستانی نژاد امریکیوں نے امریکی کانگریس کے اندرون خانہ اپنے راستے بنا لئے ہیں تو انہوں نے اپنے مضبوط ذرائع ابلاغ کی طرف رجوع کیا تاکہ وہ پاکستانیوں کی مالی حالت کی جانچ پڑتال کریں اور کھوج لگائیں کہ یہ سرمایہ کہاں سے آیا۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے The Wall Street Journal نے جو کہ ایک

انتہائی موثر اور طاقتور رسالہ ہے ایسے مقالات شائع کئے جن میں مبالغہ آرائی (آدھا سچ اور آدھا جھوٹ) اور بے بنیاد الزامات سے کام لیا گیا بلکہ اس حد تک کہ ماضی میں پاکستانیوں کے بارے میں باقاعدہ تفتیش کی جاتی رہی۔ اس جرنل کے کارندوں اور اہلکاروں نے متمول پاکستانی ڈاکٹر' بینکار' تاجر' صحافی اور دیگر پیشہ ور افراد کے ساتھ ان کے آبائی ملک اور امریکہ میں ملاقاتیں کیں۔ ان کے عزیز و اقارب سے معلومات حاصل کیں اور ان کی مالی حالت اور ذرائع کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے رہے۔ اسی پر اکتفاء ہی نہیں بلکہ پاکستانی حکومت کے مختلف اداروں سے تعلق رکھنے والے اسلام آباد کے افسران اور سفارتکاروں سے بھی رابطے قائم کئے تاکہ کسی نہ کسی طور پر ان کی کمزوریوں کو اچھالا جائے اور امریکی عوام میں ان کے خلاف نفرت پیدا کی جائے۔

اگرچہ بہت سے پیشہ ور پاکستانی نژاد امریکی باشندے اس بات کا اعتراف کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے کہ انہوں نے بہت سے قانون ساز افراد کے لئے چندے فراہم کئے۔ ان کی انتخابی سرگرمیوں کو تقویت دینے کے لئے ہر قسم کی اخلاقی اور مالی مدد کی۔ تاہم وہ اس بات سے ضرور خائف ہیں کہ وال سٹریٹ جرنل کی تفتیشی سرگرمیاں انتخابات کے حوالہ سے عطیات دینے میں حائل ہوں گی۔ اور اس طرح پاکستانیوں کے لئے انتہائی ضرر رساں ثابت ہوں گی۔ دو امیدوار سینیٹر ٹم جانسن جس نے لیری پریسلر کو اور سینیٹر باب ٹوری سیلی جس نے ڈک زمر کو شکست دی تھی اور جو ووٹوں کے معمولی فرق پر الیکشن میں کامیاب بھی ہوئے تھے یہ کوئی ہندوؤں اور یہودیوں کے محبوب ارکان نہیں تھے۔

اور پھر پاکستانی نژاد امریکی باشندوں نے Republican اور Democrats کے امیدواروں کے لئے یکساں طور پر چندے اکٹھے کئے تھے۔ انتخابات میں ڈیموکریٹ ہی جیتے تھے۔ ان سب سے تعاون اس امید پر کیا گیا تھا کہ وہ کامیابی کے بعد بھی پاکستانیوں کو یاد رکھیں گے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ وال سٹریٹ جرنل کی سرگرمیاں صرف پاکستانیوں کی مالی حیثیت کو جانچنے تک محدود رہیں۔ اگرچہ پاکستانیوں کے اس اقدام میں کوئی غیر اصولی بات نہیں۔ قانون کے دائرے میں رہ کر اور ہندوؤں اور یہودیوں کی تقلید کرتے ہوئے انہوں نے بھی اپنے حقوق کی پاسبانی کے لئے کوششیں جاری رکھیں۔ بالفاظ دیگر اگرچہ انہوں نے قانونی طور پر سیاسی جدوجہد کو اپنایا اور انتخابات کے لئے فنڈز مہیا کئے۔ کمائی اور آمدنی کے اعتبار سے ان کی انفرادی حیثیت حد درجہ متاثر ہوئی۔ یہ کانٹ چھانٹ جو صرف پاکستانیوں کے لئے ہی روا رکھی گئی اس سے پہلے کبھی بھی قابل عمل متصور نہیں کی جاتی تھی۔ اس کے برعکس بھارتیوں نے اپنے کانگریسی امیدواروں کے لئے خطیر رقم اور چندے جمع کئے' لیکن ان کو تفتیش کے حوالہ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

ایک پاکستانی نژاد امریکی ڈاکٹر کے مطابق جس نے خود امریکی انتخابات کے دوران مختلف امیدواروں کے لئے سرمایہ جمع کیا تھا اور ان کی حتی الوسع مدد کی تھی کہ ماضی میں کبھی بھی فنڈز کے معاملے میں اتنی سختی سے جانچ پڑتال نہیں کی گئی تھی۔ بقول ان کے وال سٹریٹ جرنل کی سرگرمیاں دراصل کچھ اور ہی مقصد لئے ہوئی ہیں۔ ہم نے جو کچھ بھی کیا قانون کے دائرے میں ہی رہ کر کیا تھا۔ لیکن بعض لابیاں ہماری انتخابی سرگرمیوں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتیں۔ حقیقت تو یہ ہے وہ ہماری اندر ہی اندر جڑیں کھوکھلی کر کے ہمیں کلیتاً ختم کرنا چاہتیں ہیں۔


دعوتی و تحریکی نقطہ نگاہ سے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی ایک نہایت اہم تالیف

**"نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت"**

کا انگریزی ترجمہ درج ذیل عنوان کے تحت شائع ہو گیا ہے

**The Objective and Goal of MUHAMMAD'S PROPHETHOOD (SAW)**

صفحات ۵۶' دبیز سفید کاغذ' عمدہ طباعت' دیدہ زیب ٹائٹل' قیمت -/۳۶

مزید برآں

**امیر تنظیم اسلامی کے سیاسی افکار اور تحریکی سرگرمیوں کی تفصیل پر مشتمل**

**محترمہ شگفتہ احمد کا ایک تحقیقی مقالہ (بزبان انگریزی)**

جسے موصوفہ نے کینیڈا کی میک گل یونیورسٹی میں ایم اے کے تھیسس کے طور پر مرتب کیا تھا

**DR. ISRAR AHMAD'S Political Thought and Activities**

کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے۔

صفحات ۱۶۸' سفید کاغذ' عمدہ آفسٹ طباعت' قیمت : مجلد -/۱۰۰' پیپر بیک -/۷۲

**شائع کردہ : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور**

# "عالم اسلام کو طالبان اسلامی تحریک کی بھرپور تائید کرنا چاہئے!"

## "ہم اپنے وطن میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں!"

### قائد طالبان اسلامی تحریک ملا محمد عمر مجاہد کی مجلّہ "الطالب" سے گفتگو

محترم امیر المومنین' قائد طالبان اسلامی تحریک' ملا محمد عمر صاحب! ہماری طرف سے نیک خواہشات اور اسلام علیکم و رحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ سب سے پہلے مجلّہ "الطالب" کے لئے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور افغانستان میں جہاد اور مسلمانوں کے حالات پر تبصرہ کے لئے آپ نے ہمیں وقت دیا' تاکہ قارئین کے قلوب مطمئن ہوں۔

☆ افغانستان میں موجود شیعوں کے ساتھ اتحاد کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

○ افغانستان یہاں کے تمام مسلمانوں کی مشترکہ زمین ہے۔ اور ہم اپنے پیارے وطن افغانستان میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو بھی ہمارے ساتھ تعاون کرے گا ہم اس کا احترام کریں گے اور خوش آمدید کہیں گے۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ افغانستان کے تمام باشندے بغیر کسی تمیز کے شریعت اسلامیہ کے سائے تلے اپنی زندگیاں بسر کریں۔ ہم خلافت راشدہ کی طرز پر اسلامی حکومت کے قیام کے لئے کوشاں ہیں۔ البتہ میں یہ وضاحت کر دوں کہ ابھی تک ہمارے اور شیعوں کے درمیان کوئی سیاسی سمجھوتہ طے نہیں پایا ہے۔

☆ اقوام متحدہ کا نمائندہ افغان مسئلہ کے حل کے لئے کوششوں میں مصروف ہے کیا اس کی طرف سے کوئی نئی بات یا نیا فارمولا سامنے آیا ہے؟

○ ہم نے متعدد بار وضاحت کی ہے کہ اسلام امن و امان اور سلامتی کا مذہب ہے اور یہی ہمارا موقف ہے جس کی ہم بار بار اقوام متحدہ کے نمائندے کے سامنے وضاحت کر چکے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وان جنحوا للسلم فاجنح لها" (الانفال : ٦١) لیکن اس کی طرف سے کوئی نئی بات سامنے نہیں آئی۔ اور ہم نے سب سے یہی کہا ہے کہ ہم امن اور سلامتی چاہتے ہیں جس کا تقاضا ہم سے اسلام کرتا ہے نہ کہ جو ربانی اور حکمت یار چاہتے ہیں۔

☆ پڑوسی ممالک کے ساتھ تعلقات کے سلسلہ میں آپ کچھ وضاحت فرمائیں؟

○ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمسائیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے اور "انما المومنون اخوہ" کا بنیادی مقصد یہی ہے۔ ہم اپنے پڑوسی ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات کے خواہاں ہیں چاہے ایران ہو یا پاکستان۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہمارے اندرونی معاملات میں دخل نہ دیا جائے۔ مگر ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ایران ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہا ہے اور اس نے ایک نئی روش اختیار کر رکھی ہے۔ ایران کو چاہئے کہ وہ تخریبی سرگرمیوں میں حصہ نہ لے اسی میں افغانستان میں موجود شیعوں کا بھی فائدہ ہے۔

☆ کہا جاتا ہے کہ طالبان اسلامی تحریک کے قیام کا بنیادی سبب ربانی' حکمت یار کی آپسی خانہ جنگی کے سبب ہونے والی ملک کی تباہی ہے۔ اب جب کہ ان دونوں (ربانی اور حکمت یار) میں مصالحت ہو چکی ہے اور وہ ایک دوسرے کے قریب آ چکے ہیں تو اب آپ کو ان سے تعاون اور صلح کرنے میں کیا امر مانع ہے؟

○ یہ یقینی بات ہے کہ ربانی اور حکمت یار کی صلح صرف ان دونوں کے مخصوص ذاتی مفاد کے لئے ہوئی ہے۔ انہیں افغان عوام کے مسائل کے حل میں ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں۔ یہی دونوں بنیادی سبب ہیں عوام کو مصیبت میں ڈالنے کے۔ لہٰذا ان سے خیر کی توقع بالکل نہیں ہے۔ ایسے لوگوں پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے جنہوں نے بے گناہ عوام کو قتل کیا' عہد کو توڑا اور عوام کے حقوق غصب کئے۔ یہی دونوں فساد کی جڑ ہیں لہٰذا ہم ان سے مذاکرات بالکل نہیں چاہتے۔

☆ وہ کیا اسباب ہیں جن کے پیش نظر بہت ہی تھوڑے عرصے بعد طالبان اسلامی تحریک میں مختلف اداروں کے ذمہ دار حضرات کو ان کے عہدے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔؟

○ ہمیں تمام شعبوں میں ماہر اور تجربہ کار افراد کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ماہرانہ طریقے سے اپنے فرائض سرانجام دیں اور اداروں میں اصلاح کر سکیں۔ اس لئے ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔

☆ شوریٰ مشرقی' شوریٰ ہم آہنگی اور پیر سید احمد جیلانی سے جماعتی اتحاد کی کیا پوزیشن ہے۔ کیا انہوں نے اس سلسلہ میں آپ سے کوئی رابطہ کیا ہے یا نہیں۔ آپ اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں؟

○ ابھی تک ان تینوں میں سے کسی نے بھی اس اتحاد کی تائید نہیں کی ہے بلکہ اسے رد کر دیا ہے۔ لہٰذا اس پر اظہار خیال کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

☆ کیا آپ مختلف اداروں کے ذمہ داران اور کارکنوں کی نگرانی کا کوئی انتظام کریں گے یا کیا ہوا ہے؟

○ جی ہاں! مختلف اداروں کے سربراہان اور کارکنان کی نگرانی کی ذمہ داری "اختیاراتی کمیٹی" کے سپرد کی گئی ہے۔

☆ آپ عالم اسلام اور خصوصاً عالم عرب کے لئے کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

○ ہم عالم اسلام اور عالم عرب سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ طالبان اسلامی تحریک کی تائید کریں اور ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کریں تاکہ ہمارے ملک میں توحید کا علم لہرائے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت نافذ ہو' فساد مٹے اور باطل کو شکست ہو۔ میں اللہ تعالیٰ سے تمام مسلمانوں کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ انہیں ایسے کاموں کی توفیق دے جن میں رب العالمین کی رضا ہو۔

(بشکریہ : الخلافۃ الاسلامیہ' پشاور)

## ہمارے ہاں آئینی طور پر سیکولرازم کی کوئی گنجائش نہیں

# سیاست میں فوج کی مداخلت کے ذمہ دار سیاستدان ہیں

## سلامتی کونسل میں اکثریت باوردی اور بے وردی فوجیوں کی ہے

میم سین، کراچی

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب عرب میں مروج قاعدے کے مطابق ان کے نام کے ساتھ ان کی ولدیت دریافت کی جاتی تھی تو وہ جواب میں فرمایا کرتے تھے : سلیمان ابن اسلام۔ کچھ ایسا ہی معاملہ پاکستان کا بھی ہے۔ یہ دنیا کی واحد مسلم مملکت ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوئی۔ لہٰذا اسے اگر ہم یوں کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ پاکستان ابن اسلام۔ اور چونکہ اس مملکت نے جمہوریت کی کوکھ سے جنم لیا تھا تو جمہوریت کو اس کی ماں قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہاں نصف صدی گزرنے کے بعد بھی نہ اسلام ہی آیا اور نہ ہی جمہوری نظام اپنی روح کے مطابق چل سکا۔ اس کی مختلف وجوہ میں سے ایک وجہ فوج کا سیاست میں عمل دخل ہے۔ فوج کو سیاست میں ملوث کرنے کا کریڈٹ دراصل مرحوم اسکندر مرزا کو جاتا ہے جو سیکرٹری دفاع سے ترقی کر کے مشرقی پاکستان کے گورنر بنے اور پھر پاکستان کے پہلے صدر ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ انہیں کے دور صدارت میں ۱۹۵۸ء میں ملک میں پہلا مارشل لاء نافذ ہوا' اور پاکستان کے پہلے چیف مارشل لاء ایڈمسٹریٹر ملک کے دوسرے صدر بنے اور جن کی حکومت نے پہلا عشرہ مکمل کیا۔ پھر ملک کے دوسرے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ملک کے تیسرے صدر بنے۔ ان کو یہ "اعزاز" حاصل ہوا کہ ان کے دور حکومت میں ملک دولخت ہوا۔ پھر تیسرے تو نہیں البتہ پہلے سویلین مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ملک کے چوتھے صدر بنے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ملک کو دولخت کرنے میں ان کا کردار بہت اہم رہا تھا۔ اگر اس الزام کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس سے ہماری قوم کے بھولپن کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے ایک ایسے شخص کو صدر تسلیم کر لیا جو ملک کے ٹوٹنے کے ذمہ داروں میں ایک اہم مقام رکھتا تھا۔ اس کے بعد ملک میں تیسرا مارشل لاء آیا اور اس بار چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ملک کے چھٹے صدر بنے۔ کیونکہ درمیان میں ایک ایسے سیاسی لیڈر کو صدر بننے کا اعزاز حاصل ہوا جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسلام آباد کے در و دیوار سے یہ صدا بلند ہوئی کہ صدر فلاں کو رہا کرو کیونکہ ایوان صدر کا وہ آزاد قیدی تھا۔ چھٹے صدر صاحب نے ملک کے دوسرے صدر کا ریکارڈ بریک کر کے گیارہ سال تک حکمرانی کی بلکہ ان کا عزم تو تاحیات حکمرانی کا تھا لیکن وہ "من درچہ خیالم و فلک درچہ خیال" کا عملی نمونہ بن گئے۔

ملک کے ساتویں صدر کو جو سیاسی لیڈر کم اور بیوروکریٹ زیادہ تھے یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے یکے بعد دیگرے دو اسمبلیاں توڑیں اور اب وہ شاید اپنے گاؤں میں چارپائی توڑ رہے ہیں۔

اس وقت ملک کے آٹھویں صدر صاحب حکمرانی "فرما" رہے ہیں لیکن ہمارے سیاسی مزاج نے انہیں بھی ایک اسمبلی توڑنے پر مجبور کیا۔ تاہم غالباً اس اندیشہ کی بناء پر کہ ان کی توڑی ہوئی اسمبلی کو عدالت پھر بحال نہ کر دے انہوں نے ایک ایسی قومی سلامتی کونسل کی چھتری اوڑھ لی ہے جس میں اکثریت باوردی اور بے وردی فوجیوں کی ہے۔ اس طرح شاید انہوں نے اپنی صدارت کو محفوظ کر لیا ہے۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ اس سے پہلی حکومت جب عدلیہ کے ذریعہ بحال ہوئی تھی تو بندوق کی نوک پر صدر اور وزیراعظم صاحبان سے استعفے لکھوا لئے گئے تھے۔ ہمیں تو حقیقت حال کا کلی علم نہیں ہے البتہ سابق چیف جسٹس نے جن کے فیصلے کے ذریعہ پچھلی حکومت بحال ہوئی تھی اس کونسل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ فوج کے بارے میں یہ چہ میگوئیاں ہوتی تھیں کہ حکومت چلانے میں درپردہ فوج کے فیصلے ہی ہوتے ہیں۔ اب نیشنل سیکیورٹی کونسل کے قیام سے فوج پر پوری ذمہ داری عائد ہو گئی ہے اور درپردہ فیصلے کرنے کی چہ میگوئیاں ختم ہو گئی ہیں۔

بہرحال یہ تو طے ہے کہ پاکستانی سیاست میں فوج کا عمل دخل بظاہر احوال ناگزیر ہے اور ملک کی تاریخ جو مختصر ترین الفاظ میں اوپر درج کی گئی ہے اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اس کے ذمہ دار ہمارے سیاست دان ہی ہیں۔ "اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست" انہیں کھلے دل سے کونسل کے قیام کو تسلیم کر لینا چاہئے۔ وطن عزیز میں موجود بے شمار ناگزیر برائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ موجودہ نگران حکومت نے اپنے دائرہ کار سے تجاوز کیا ہے وہ غور کریں کہ کیا کوئی سیاسی حکومت یہ کام کر کے عوام میں اپنا کریڈٹ قائم رکھ سکتی تھی۔ جس طرح ہر شر میں خیر کا پہلو موجود ہوتا ہے' اس کونسل کے قیام میں بھی خیر کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس کی موجودگی میں ملک مارشل لاء کے قیام کی ضرورت نہیں رہتی۔ کہا جاتا ہے کہ ترکی میں فوج کے ذریعہ سیکولرازم کو تحفظ فراہم کیا جاتا ہے کہیں ایسی صورت یہاں بھی پیدا نہ ہو جائے' تو یہ بات بھی درست نہیں۔ ترکی کا آئین سیکولرزم پر مبنی ہے جبکہ قرارداد و مقاصد جب تک ہمارے آئین کا حصہ ہے' سیکولرازم کے ہمارے ہاں آئینی حیثیت حاصل ہونے کا امکان نہیں۔ مزید برآں تمام تر خرابیوں کے باوجود نہ ہمارے عوام میں دینی جذبے کی کمی ہے اور نہ ہمارے ہاں مذہبی جماعتیں بالکل ہی غیر موثر ہو کر رہ گئی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ مذہبی جماعتیں چونکہ اقتدار ہی کو اسلام کی سربلندی کا ذریعہ سمجھے بیٹھی ہیں لہٰذا وہ عوام کے دینی جذبے کو نہ جلا بخشنے کی پوزیشن میں ہیں اور نہ اسے اسلام کے حق میں Exploit کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔OO

# اگر تم نے حق کو منوانے کی طاقت پیدا نہیں کی تو تم یہاں نہیں رہ سکو گے

# دکھ اس کا ہے کہ بابری مسجد کی شہادت کو مسلمان بھولتے جا رہے ہیں

## مسلمانوں اور اسلام سے نفرت کا پرچار "ہندو راشٹرا" کی حکمت عملی ہے

**مسلمانان بھارت کے نام کل ہند مجلس تعمیر ملت کے صدر جناب محمد عبدالرحیم کا ایک جذبات پرور خط**

**جو بھارتی مسلمانوں کے جذبات و احساسات کا آئینہ دار ہے**

عزیزان گرامی' السلام علیکم

۶ دسمبر کی تاریخ تھی' سن ۱۹۹۲ء کا تھا۔ ایودھیا میں چار سو سال پرانی بابری مسجد کے اطراف غارت گروں کا ہجوم تھا۔ پلیٹ فارم سے وہ بول رہے تھے' جو پچھلے کئی مہینوں بلکہ چھ سال سے بابری مسجد کا نام لے کر' جھوٹ کے سہارے' اس مسجد' مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت کا لاوا اگلتے رہے تھے۔ دشمنی کا جذبہ پیدا کرتے رہے تھے۔

یہ اشتعال انگیزی قانون میں جرم ہے۔ لیکن قانون نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا۔ قانون نافذ کرنے والے اندھے اور بہرے بن گئے۔ نفرت کے ان بیوپاریوں کی ہمتیں بڑھتی گئیں۔

پلیٹ فارم سے اشارہ ہوا۔ آواز لگی ایک دھکا اور دو' ہجوم ٹوٹ پڑا۔ تیاری تو تھی اوزار بھی تھے' جنگلہ تو بس یوں ہی لگایا گیا تھا۔ کیا نکتا پولیس تھی' بہت تھی' سنٹرل ریزرو پولیس بھی تھی۔ ریپڈ ایکشن فورس بھی تھی۔ اس کے بارے میں اس وقت کے وزیر داخلہ شری شنکر راؤ چاوان نے پارلیمنٹ کو یہ باور کرایا تھا کہ اس کو خاص تربیت دی گئی تھی۔ اس نے یہ مہارت حاصل کر لی تھی کہ اگر مسجد کی عمارت کو خطرہ لاحق ہو تو صرف (۸) منٹ میں اس کو اپنے قبضہ میں لے کر اس کی حفاظت کر سکتی تھی۔ فوج بھی چند کلو میٹر پر تھی۔ دنیا کو دکھانے کے لئے اس کو مستعد اور تیار رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ بڑے بڑے عہدیداروں کا جمگھٹا تھا۔ پولیس کے انسپکٹر جنرل' ڈپٹی انسپکٹر جنرل' سینئر سپرنٹنڈنٹ' ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ' سپریم کورٹ کے آبزرور اور بہت سارے' سب تماشائی تھے' کسی نے کچھ نہیں کیا۔

ہجوم ٹوٹ پڑا' جنگلہ ٹوٹا' مسجد پر حملہ شروع ہوا۔ پولیس اور نیم فوجی دستے اتنے تھے کہ سنگھ پریوار۔ آر۔ ایس۔ ایس' وی۔ ایچ۔ پی' بجرنگ دل' ودیارتھی پریشد اور شیوسینا کے غارت گروں سے مسجد کو بچا سکتے تھے۔ اس کا اعتراف خصوصی پولیس کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے ایک ویڈیو میگزین کو دیئے گئے انٹرویو میں اس دردناک حقیقت کے اظہار کے ساتھ کیا کہ کیا کریں ہمیں اس کا حکم ہی نہیں دیا گیا تھا۔ اگر حکم ملتا تو ضرور بابری مسجد کی عمارت کو بچا لیتے۔

وقت ۱۱ بجے کا تھا کہ یلغار شروع ہوئی۔ ساری دنیا نے ٹیلی ویژن پر دیکھا۔ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں بربریت کا ننگا ناچ ہو رہا تھا۔ ملک میں کوئی قانون تھا نہ قانون کا رکھوالا۔ بس جنگلیوں اور وحشیوں کا راج تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ حکومت ہے بھی یا نہیں۔ صرف نراج ہی نراج تھا۔ کوئی قانون نہیں' جس کی لاٹھی اس کی بھینس ہی قانون تھا۔

پارلیمنٹ کو جھوٹ موٹ باور کرانے والا وزیر مورتیوں کے سامنے پوجا پاٹ میں مصروف تھا۔ شاید غارت گروں کی کامیابی اور وجیتا کے لئے پرارتھنا کر رہا تھا اور پردھان منتری شری پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ جنہوں نے ایک طرف لال قلعہ سے ملک کے عوام کو' دوسری طرف قومی یکجہتی کونسل میں تمام سیاسی جماعتوں کو اور تیسری طرف پارلیمنٹ میں عوامی نمائندوں کو یہ یقین دلایا تھا کہ بہرحال بابری مسجد کی حفاظت کی جائے گی اور جس نے کیبنٹ سیکرٹریٹ میں ۶ دسمبر کی پیش رفت کو مانیٹر کرنے یعنی اس پر نظر رکھنے کے لئے کنٹرول روم قائم کر رکھا تھا' ان کو ایک ایک لمحہ کی خبر تھی' شاید خوشی بھی کہ سب کچھ پلان کے مطابق ہو رہا تھا۔ جب تک یہ خبر شام ۵ بجے نہیں مل گئی کہ تینوں گنبد گرا دیئے گئے ہیں۔ یو۔ پی کی بی۔ جے۔ پی حکومت کو برخاست نہیں کیا۔ جب یہ خبر ملی کی سنگھ پریوار کے غارت گروں نے سیمنٹ کنکریٹ کا چبوترہ بنانے کے بعد مورتیوں کو لا کر اس پر بٹھا دیا ہے' تب کہیں پولیس اور دیگر فورسس کو حرکت میں آنے کا حکم دیا۔

محسوس تو یہی ہوتا ہے کہ شری پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ مگن تھے کہ بی جے پی پر وعدہ خلافی' اعتماد شکنی اور دھوکہ کا الزام لگا کر' اپنا دامن جھٹک دوں گا اور اپنی صورت بچالوں گا۔ گلے شکوے ہوں گے یا احتجاج ہو گا تو جھوٹے آنسو بہا کر غصہ کو ٹھنڈا کر دوں گا۔ زیادہ ہوا تو بابری مسجد کی دوبارہ تعمیر کا وعدہ کر کے مطمئن کر دوں گا۔ عوام کو حافظہ کہاں ہوتا ہے' دن گزریں تو وعدہ کو بھول جائیں گے۔ پھر ایک نہیں ہزار بہانے' وعدہ کو ٹالنے یا بات بنانے کے لئے مل جائیں گے۔ سنگھ پریوار تو دل میں ممنون ہو گا اور ہندو راشٹروادی تو اصل حقیقت کو جان لیں گے کہ بابری مسجد کو ڈھانے کی سازش کو نرسمہا راؤ نے کامیاب بنایا۔ اگر پرجوش مسلمانوں نے رد عمل میں کچھ کیا تو پولیس اور فورسز کی گولیوں اور سنگینوں کے ذریعہ ایسا کچل دیا جائے گا کہ پھر اف کرنے کی ہمت تک نہ ہو سکے گی۔

۶ دسمبر کا ایک ایک لمحہ اور اس کے بعد کے دن' اسی سوچ اور سازش کو واقعات اور حقیقت میں بدلتے رہے۔ قانون کے رکھوالے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے رہے۔ گولیاں اور سنگینیں سینوں میں دھنستی رہیں۔ گھر پر گھر جلتے رہے' دوکانیں لٹتی

رہیں' کہاں کہاں انسان نما درندے' وردی والے وحشی اور حکمران لٹیرے بن گئے' ان مقامات کے نام گنوانا مشکل ہے۔ بہت سے نام خبروں اور اخباروں میں نہ آسکے' صرف چند بڑے شہروں کے نام آئے۔ میسور' جے پور' بھوپال' حیدر آباد' دہلی' کانپور' سورت میں سیتا کے تقدس کی قسم کھانے والوں نے ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا۔ بمبئی کی کیفیت تو یہ تھی کہ گویا پولیس والوں اور شیو سینکوں کے لئے ہر مسلم محلّہ اور علاقہ' بر سر جنگ دشمن کی بستی تھا جس کو تباہ و تاراج کرنا ان کے لئے فرض تھا۔ ان کے لئے ہر مسلمان جنگی دشمن تھا جس کو مارنا اور قتل کرنا ضروری تھا۔ صورت یا لباس یا وضع قطع سے مسلمان دکھائی دینے والا محفوظ تھا نہ کوئی پردہ دار خاتون مامون۔

مسلمان اتنے گئے گزرے بھی نہیں کہ اگر آواز دی جاتی تو لبیک نہ کہتے اور جائے پناہ تلاش کرتے۔ جس حالت میں ہیں اور جیسے ہیں' یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ مسلمان جان پر کھیل جانے اور خون دینے سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ کتنے واقعات ہیں کہ فسادیوں نے کسی مسجد پر ہلہ بول دیا۔ چند ایک جیالوں سے دیکھا نہ گیا' ڈٹ گئے' فسادیوں کو پسپا کیا یا مسجد پر شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ پرانا نہیں کہ بنگلور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے گستاخانہ استعمال پر نوجوان ایسے بپھرے کہ پولیس کی گولیوں کے لئے سینے کھول دیئے اور دنیا کو دکھا دیا کہ اسلام کی آبرو اور رسول اکرم ﷺ کی ناموس کے لئے مرمٹنا' مسلمان آج بھی بڑی سعادت سمجھتا ہے۔

لیکن کسی نے مسلمانوں کو آواز دی ہی نہیں کہ تم بھی ایودھیا چلو' بابری مسجد کا حفاظتی حلقہ بن جاؤ۔ اگر کارسیوا کے نام پر سنگھ پریوار اور شیو سینا کے غارت گروں کے جتھے کے جتھے پہنچ سکتے ہیں تو بابری مسجد کی حفاظت کے لئے مسلم نوجوانوں کے گروہ کیوں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اگر حکومت روکتی تو یہ ببانگ دہل' علی الاعلان کہا جا سکتا تھا کہ جب بابری مسجد کے خلاف برے ارادے رکھنے والے جا سکتے ہیں تو اس کی حفاظت کا عزم کرنے والے کیوں نہیں جا سکتے۔ حکومت بھی مجبور ہوتی' مسلمانوں کو روکنے کی خاطر کارسیوکوں کی اتنی بڑی مڈبھیڑ جمع ہونے نہ دیتی۔ لیکن کیا کیا جائے کہ کسی نے مسلمانوں کو اس کے لئے آواز دی ہی نہیں۔

ایک طرف شاطر وزیر اعظم یعنی پردھان منتری مسلمانوں کو تھپکیاں دے کر سلا رہا تھا۔ بار بار یقین دہانی کرائی جا رہی تھی کہ حکومت نے فلاں فورسز کو ایسی ٹریننگ دی ہے' اتنی فورسس تعینات کی جا رہی ہیں۔ فوج کو چوکس رکھا گیا ہے' کچھ نہیں ہو گا' بے فکر رہو دوسری طرف وہ مسلمان لیڈر جنہوں نے بابری مسجد کے مسئلہ میں مسلمانوں کی نمائندگی کی اجارہ داری لے رکھی تھی وہ بھی حکومت اور پی وی نرسمہا راؤ کی آواز میں آواز ملا رہے تھے۔ یقین دلا رہے تھے کہ کچھ نہیں ہو گا' حکومت نے ایسا ایسا انتظام کر رکھا ہے۔ تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ کچھ نہیں ہو گا۔ ان کی ہاں میں ہاں نے مسلمانوں میں ایک طرح کا اطمینان پیدا کر دیا کہ ٦ دسمبر آئے گا۔ سپریم کورٹ میں داخل کئے گئے حلف ناموں کے مطابق ہی کام ہو گا۔ بس علامتی کارسیوا کے بعد سب واپس ہو جائیں گے۔ چند ایک شریر اگر بابری مسجد کا رخ کریں گے تو اتنی بڑی تعداد میں تعینات پولیس جمعیتیں ان کو ایسی حرکت سے باز رکھیں گی۔

کہا جاتا ہے کہ ایسے مسلم لیڈروں کے خلوص پر شبہ نہ کرو یہ بھولے پن میں سادہ لوحی سے نرسمہا راؤ کے جال میں پھنس گئے۔ اس کی باتوں کو صحیح سمجھ لیا خود انہیں رتی برابر بھی شبہ نہیں تھا کہ ٦ دسمبر کو بابری مسجد کی عمارت اس طرح ڈھائی جائے گی کہ حکومت خاموش اور پولیس فورسز تماشائی بنی رہیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ چند ایک کے بارے میں یہ بات کسی حد تک صحیح ہو۔ ایسے سادہ لوح مخلصین کو یہ میدان چھوڑ دینا چاہئے کہ یہاں چالاکی اور ذہن کی تیزی کی ضرورت ہے' سادہ لوحی اور بھولے پن سے نقصان پہنچتا ہے۔ مگر خلوص کی بات ہر ایک کے بارے میں کہی نہیں جا سکتی۔ آخر ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا جن پر اس بدبختانہ واقعہ کے فوری بعد حکومت کی نوازشیں ہوئیں! یہ نوازشیں یوں ہی تو نہیں ہوتیں۔ یہ کسی کام کی اجرت ہے۔ حکومت کے مقاصد کی تکمیل میں مدد کی قیمت اور انعام۔ بابری مسجد کی شہادت میں ان سودا بازوں کا بھی ہاتھ ہے۔

دکھ اس کا ہے کہ بابری مسجد کی شہادت کو مسلمان بھولتے جا رہے ہیں۔ کیا تم کو اس بات کی ضمانت مل گئی کہ اب کسی مسجد کے خلاف ظلم نہیں ہو گا؟ کیا آگرہ کی شاہی مسجد اور بنارس کی گیان باپی مسجد کے خلاف بدمست و بے زنجیر ہاتھیوں کی چنگھاڑیں سنائی نہیں دیتیں؟ تمہارا کلیجہ کیوں ٹھنڈا ہو گیا؟ کیا بابری مسجد کے سب قاتل کیفر کردار کو پہنچ گئے؟ کیا تم آج بھی بابری مسجد توڑنے والوں کو دندناتے گھومتے اور بال ٹھاکروں کو سینہ ٹھونک کر فخریہ انداز میں اعلان کرتے نہیں دیکھتے؟ کیا اب قانون میں اتنی طاقت آگئی ہے کہ بڑوں سے بڑوں کی گردن پکڑ سکے؟ اگر ایسا ہے تو رتھمبرائیں' بھارتی اومائیں' وینے کٹیار' سریش چندر جیسے مجرم آزاد و بے پرواہ کیوں ہیں؟ دیکھو! تمہاری خاموشی نے ان انصاف پسند غیر مسلموں کو بھی خاموش کر دیا جو حق کے نام پر بابری مسجد کے خلاف سنگھ پریوار کی مخالفت کرتے رہے۔ ان کی حق گوئی قابل تعریف رہی۔ عدل و انصاف کے لئے آواز بلند کر کے انہوں نے ہمارے اس اعتماد کو قوت پہنچائی کہ سارے ہندو' مسلمانوں اور اسلام کے دشمن نہیں ہیں' یہ لوگ ہندوستانی سیکولرازم کی آبرو ہیں اور ان سے یہ امید بندھتی ہے کہ یہ ملک کی کشتی کو ڈوبنے سے بچا لیں گے۔ تمہاری خاموشی نے ان کو بھی خاموش کر دیا۔ خاموش کیوں ہو گئے۔ سکون کے لئے بہانہ تلاش کرنے والے کہہ سکتے ہیں کہ بھئی اب تو دیوے گوڑا صاحب کی حکومت ہے' فسادات بس اکے دکے ہو گئے تو ہو گئے ورنہ فرقہ وارانہ امن قائم ہے۔ آر ایس ایس' وی ایچ پی اور بی جے پی پچھلے قومی اور یو پی کے ریاستی الیکشنوں میں اپنے نشانوں تک نہ پہنچنے کی وجہ سے بجھی بجھی سی ہیں۔ ایسے میں بابری مسجد کی شہادت کا ذکر اور فسادات کی بات مناسب نہیں ہے۔ ان خیر خواہوں سے ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ یہ حکومت کتنی مستحکم ہے اور کیا یہ فرقہ وارانہ امن مستقل اور پائیدار ہے؟ یا ایک وقفہ ہے؟ اصل سوال تو یہ ہے کیا برہمنی سامراج کا خطرہ ٹل گیا؟ نہیں آر ایس ایس کا مقصد اب بھی یہی ہے۔ ہندو راشٹر یعنی برہمنی سامراج کا قیام۔ مسلمانوں اور اسلام سے

(باقی صفحہ ۳۸ پر)

> **"موجودہ فرقہ وارانہ امن کا مطلب یہ نہیں کہ برہمنی سامراج کا خطرہ ٹل گیا بلکہ آر ایس ایس کا مقصد اب بھی اسلام سے نفرت کا پرچار اور برہمن سامراج کا قیام ہے"**

## ایم کیو ایم انتخابات کے اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھائے گی

# مذہبی جماعتوں کا ملک کی پارلیمانی تاریخ میں کوئی کردار نہیں رہا

## لٹیروں کا احتساب' انقلاب کے بغیر دیوانے کا خواب ہے

# موجودہ انتخابی صورتحال

### اجمل خٹک کشر کا تجزیہ

۳ فروری یوں تو زیادہ دور نہیں۔ لیکن انتخابات کے انعقاد سے متعلق سیاسی فضا گرد آلود ہونے کی وجہ سے اب بھی صورتحال غیر یقینی ہے۔ انتخابات میں دو عشرے (اب دو روز) رہ گئے ہیں لیکن اس کے باوجود انتخابی مہم میں وہ گہما گہمی دیکھنے میں نہیں آ رہی ہے جو ملکی انتخابی کلچر کا حصہ ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ الیکشن کمیشن کی جانب سے سیاسی جماعتوں کے پرچم' بینر اور پوسٹر لگانے پر پابندی سمیت متعدد دیگر پابندیاں بھی عائد ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ تاحال سیاسی جماعتوں کے قائدین سمیت سیاسی مبصرین بھی گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہیں اور امیدوار بھی کھل کر انتخابی مہم میں حصہ لینے سے کترا رہے ہیں۔ شہروں میں یہ صورتحال شدت سے محسوس کی جا رہی ہے البتہ دیہات میں نسبتاً زیادہ گہما گہمی دیکھنے میں آ رہی ہے۔ دوسری طرف صدر مملکت' چیف الیکشن کمشنر اور نگران حکومت پر عزم ہیں کہ انتخابات بہرصورت آئینی مدت کے مطابق یعنی ۳ فروری کو ہی ہوں گے۔ لہٰذا ان یقین دہانیوں' احتساب میں ناکامی اور ملکی مخدوش اقتصادی صورتحال کو دیکھتے ہوئے امید کرنی چاہئے کہ قوم کو کسی اور امتحان میں مبتلا کئے بغیر مقررہ مدت کے اندر انتخابات کے انعقاد ہی کو ترجیح دی جائے گی۔

ایک طرف آسمان سیاست پر غیر یقینی کے بادل چھائے رہنے کے باعث مطلع صاف نہیں ہے تو دوسری طرف جماعت اسلامی' جمعیت علمائے پاکستان (نورانی) اور جمعیت اہلحدیث نے انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کر کے قوم کو ایک نئی کشمکش سے دوچار کر دیا ہے۔ جماعت اسلامی اور جے یو پی کا موقف ہے کہ چونکہ انتخابات کے نتیجے میں ایک بار پھر وہی افراد اسمبلیوں میں پہنچنے والے ہیں جو ملک کی موجودہ گھمبیر صورتحال کے ذمہ دار ہیں۔ لہٰذا ملکی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے والوں سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ اسمبلیوں میں پہنچ کر خوشی خوشی قوم کی لوٹی ہوئی دولت واپس قومی خزانہ میں جمع کرا دیں گے۔ اس لئے جب تک بلا امتیاز بے رحمانہ احتساب نہیں ہو پاتا انتخابات بے معنی ہوں گے۔

ملک کی دیگر بڑی جماعتوں پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کی جانب سے بھی بائیکاٹ کے اشارے مل رہے ہیں لیکن وہ یہ سب اپنی بعض شرائط کو منوانے کے لئے کر رہی ہیں۔ ایم کیو ایم کو بلاوجہ ۱۹۹۳ء کے انتخابات سے باہر رکھا گیا تھا۔ اس لئے وہ موجودہ حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس پر بضد ہے کہ جب تک اسے دیگر جماعتوں کی طرح مکمل سیاسی آزادی نہیں دی جاتی اس کے لئے انتخابات میں حصہ لینا ممکن نہ ہو گا۔ سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر ایم کیو ایم کی شہری علاقوں کی یقینی نشستوں کے سلسلے میں چھیڑ چھاڑ نہ کی گئی تو ایم کیو ایم انتخابات کے اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھائے گی۔ پیپلز پارٹی کا معاملہ بھی کچھ اسی نوعیت کا ہے۔ اسے مختلف حوالوں سے اپنے بعض قائدین کے انتخابات سے باہر رکھے جانے کا خدشہ ہے جس کے پیش نظر محترمہ بے نظیر بھٹو بار بار اس جانب اشارہ کر چکی ہیں کہ اگر انہیں انتخابات سے باہر رکھنے کی کوشش کی گئی تو بائیکاٹ کے علاوہ لوٹی چارہ نہیں ہو گا۔ سیاسی حلقوں کے مطابق اس سلسلے میں محترمہ بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہتی ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتی ہیں کہ اگر بائیکاٹ کیا گیا تو کوئی اور جماعت ان کی جگہ نمبر دو کی پوزیشن پر آ سکتی ہے اور اقتدار کی میوزیکل چیئر سے وہ آؤٹ ہو سکتی ہیں اور ان کی پارٹی کے عہدیدار اور کارکن بھی نئے آشیانے تلاش کر سکتے ہیں۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو مستقبل کی بہتر امید پر یہ کٹھن حالات قبول کر لئے جائیں۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کی معزولی کے وقت پارٹی عہدیداروں اور خود محترمہ کے حوصلے پست دکھائی دے رہے تھے لیکن نگران حکومت کی پٹرول' ڈیزل اور دیگر اشیاء کی قیمتوں میں زبردست اضافے اور مختلف سرکاری اداروں سے ملازمین کو بے روزگار کرنے کی پالیسی نے اب پیپلز پارٹی اور محترمہ بے نظیر بھٹو کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ عوامی رائے عامہ کا نہ صرف سامنا کرے بلکہ عوام کے سامنے اپنی پوزیشن بہتر طور پر واضح کرے۔ پیپلز پارٹی کی جانب سے بائیکاٹ نہ کرنے کے حق میں ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ پی پی نے ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات کے بائیکاٹ کو ایک سیاسی غلطی تسلیم کیا تھا اور ان انتخابات کے نتیجے میں آسمان سیاست پر چھا جانے والے اب تک پیپلز پارٹی کے لئے دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے محترمہ یہ نہیں چاہیں گی کہ پھر اس طرح کوئی خلا پیدا ہو جس سے کوئی اور فائدہ اٹھائے۔ لہٰذا راہ فرار کی بجائے میدان میں مقابلے کے زیادہ امکانات ہیں تاوقتیکہ کسی فاؤل پلے کے ذریعے اسے انتخابات سے باہر نہ کر دیا جائے۔

معروضی حالات میں یہ مسلم لیگ ہی ہے جو ہر

صورت میں انتخابات کے انعقاد کے نہ صرف حق میں ہے بلکہ وہ بظاہر یہ تاثر بھی دے رہی ہے کہ انتخابات موخر نہیں کئے جائیں گے۔ ان کی یہ منطق آسانی سے سمجھ میں آنے والی ہے کیونکہ اس وقت نواز شریف کی مقبولیت و شہرت اپنی بلندیوں پر ہے اور تمام جماعتوں میں مسلم لیگ کی ملک گیر کامیابی کے امکانات واضح نظر آرہے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ اقتدار اور مسلم لیگ کے درمیان صرف ۳ فروری حائل ہے۔ اس لئے نہ صرف یہ کہ نواز شریف ہر صورت میں انتخابات کے انعقاد کے خواہاں ہیں بلکہ انہیں بائیکاٹ کی خبروں سے الرجی ہو رہی ہے اور ان کے بیانات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ چونکہ بات جماعت اسلامی کے بائیکاٹ کی ہے اس لئے وہ ایک انجانے خوف میں مبتلا ہیں۔

جماعت اسلامی' جے یو پی اور دیگر مذہبی

**"اگر ہم اسلامی اصولوں کو سب سے پہلے اپنے اوپر لاگو کر لیں تو ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں گے"**

جماعتوں کے انتخابی بائیکاٹ کا بہ نظر غائر جائزہ لینے والے جانتے ہیں کہ ملک میں ہر ایشو اور ہر تحریک میں بنیادی کردار ادا کرنے والی مذہبی جماعتوں کا ملک کی پارلیمانی تاریخ میں کوئی کردار نہیں رہا ہے۔ جماعت اسلامی اور جے یو پی سمیت کوئی بھی دینی جماعت ابھی تک انتخابی نشستوں کے اعداد و شمار کے حوالے سے ڈبل فیگر میں داخل نہیں ہو سکی ہے' جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ووٹ کے حوالے سے ان جماعتوں کی پوزیشن کیا ہے۔ یہاں تک کہ مذہبی جماعتوں نے انتخابات میں حصہ لینے کا ابھی تک کوئی موقع ضائع نہیں کیا ہے جماعت اسلامی نے تو ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات میں بھی حصہ لیا تھا پھر بھی وہ پارلیمنٹ میں کوئی کلیدی تشخص قائم نہ کر سکی۔

پاکستان ۹۹ فیصد مذہب پرست مسلمانوں کا ملک ہونے کے باوجود عوام مذہبی نمائندوں کو اسمبلی میں کیوں نہیں بھیجتے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب بھی مذہبی جماعتوں کے قائدین کو دینا چاہئے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں مذہبی جماعتوں نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا اور عوام نے ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جانی و مالی قربانی کے ان مٹ نقوش چھوڑے لیکن نتیجتاً عوام کو کیا ملا....!! البتہ جب مارشل لاء کی چھتری تلے ضیاء الحق کی کابینہ میں حلف اٹھانے والوں کی نوبت آئی تو متعدد مذہبی جماعتوں کے نمائندوں نے وزارتیں قبول کرنے میں ذرہ برابر بھی دیر نہ کی یہ اعزاز پانے والوں میں دیگر کے علاوہ قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل بھی شامل تھے۔

ایک وقت تھا کہ کراچی اور حیدر آباد جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے پاکستان کے زیر اثر تھے' یہاں کے عوام دونوں جماعتوں میں تقسیم تھے۔ بلدیہ پر بھی جماعت اسلامی کی حکمرانی تھی لیکن ۱۹۸۷ء کے بلدیاتی اور ۱۹۸۸ء کے عام انتخابات کے بعد حکمرانی کا یہ اختیار ایم کیو ایم کی طرف منتقل ہو گیا یہاں تک کہ انتخابی میدان میں بھی جب بھی ان دونوں جماعتوں کا ایم کیو ایم سے مقابلہ ہوا ان جماعتوں کے امیدوار اپنی ضمانتیں ضبط کرا بیٹھے۔ کراچی اور حیدر آباد کے باشعور عوام اور تعلیم یافتہ شہریوں نے ان جماعتوں کو کیوں مسترد کر دیا؟! اس سوال کا جواب بھی قاضی حسین احمد اور شاہ احمد نورانی پر واجب الادا ہے۔

۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں مذہبی جماعتوں کی کارکردگی صفر رہی' یہاں تک کہ جماعت اسلامی کی پاکستان اسلامی فرنٹ کے نام سے تنہا پرواز کی کوششیں بھی کارگر ثابت نہ ہوئیں۔ مزید یہ کہ مسلم لیگی اور بعض دیگر حلقے قاضی حسین احمد پر ایک سیکولر جماعت کو اقتدار میں لانے کے الزامات اب تک عائد کر رہے ہیں۔

کراچی اور حیدر آباد میں تو جمعیت علمائے پاکستان اور جماعت اسلامی کی پارلیمانی پوزیشن ایم کیو ایم نے پہلے ہی جھٹکے میں زمین بوس کر لی تھی تاہم صوبہ سرحد اور نواز شریف سے اشتراک کی وجہ سے پنجاب میں جماعت اسلامی کو کچھ نشستیں مل جایا کرتی تھی لیکن نواز شریف سے زور آزمائی کے بعد اب پنجاب سے ایک آدھ سیٹ بھی نکالنا جماعت کے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ ان حقائق کے پیش نظر تنظیمی و سیاسی تشخص کو برقرار رکھنے کی خاطر انتخابات کا بائیکاٹ جماعت اسلامی کے لئے ناگزیر ہو گیا تھا اور اسی سوچ کو جے یو پی نے بھی عملی جامہ پہنانا ضروری سمجھا۔ چونکہ جماعت اسلامی اور جے یو پی میں زیرک اور جہاندیدہ سیاستدانوں کی کمی نہیں ہے اس لئے انہوں نے بائیکاٹ کو احتساب سے نتھی کر لیا۔ حالانکہ وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ وہ جس احتساب کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ نگرانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ بلکہ لٹیروں کا احتساب انقلاب کے بغیر دیوانے کا خواب ہی ہے۔ لیکن سب کچھ جانتے ہوئے بھی یہ جماعتیں دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح احتساب کو صرف سیاسی نعرے کے طور پر استعمال کر رہی ہیں اور کارکنوں کو متحرک رکھنے کے لئے دھرنا اور دیگر پروگراموں کی نمائش سرعام جاری ہے۔ سیاسی نعروں سے متعلق جمعیت علمائے اسلام کے قائد مولانا فضل الرحمٰن کا یہ تازہ بیان ہی ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے کہا ہے کہ "قوم علماء کی قیادت میں سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکلے اور علمائے حق کو ووٹ دے کر اسمبلی میں بھیجے" پہلی بات تو یہ ہے کہ اس امر کا خود مذہبی جماعتوں کے درمیان اب تک فیصلہ نہیں ہو سکا کہ علماء حق کون ہیں اور علماء کون ہیں۔ اور دور کیوں جائیں۔ قاضی حسین احمد قوم کو انتخابات کے بائیکاٹ کرنے کا درس دے رہے ہیں اور مولانا فضل الرحمٰن سر پر کفن باندھ کر انتخابات میں حصہ لینے کا حکم دے رہے ہیں۔ براہ کرم قوم کو بتایا جائے کہ وہ کس کی بات مانے؟!! مولانا فضل الرحمٰن جن کو کفن باندھ کر میدان میں نکلنے کی ترغیب دے رہے ہیں وہ بے بس و لاچار قوم ہر مرتبہ ہر تحریک میں مذہبی رہنماؤں کے کہنے پر قربانی دیتی چلی آ رہی ہے۔ لیکن ان مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں نے عوام کو اب تک کیا دیا؟! ایک خدا اور رسول کے ماننے والوں کے اس دیس میں فرقہ پرستی کا زہر روز بروز کیوں پھیلتا جا رہا ہے؟! خود مولانا نے بے نظیر کا کن اسلامی اصولوں کے تحت ساتھ دیا تھا اور پارلیمنٹ میں رہتے ہوئے انہوں نے اسلام اور پاکستان کی کیا خدمت کی؟!

حقیقت یہ ہے کہ مذہبی جماعتوں کے ناقابل رشک کردار ہی کی وجہ سے عوام ملک کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی جماعتیں احتساب کا مطالبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے کردار و عمل کا بھی جائزہ لیں اور ان نکات پر غور کریں جن کی وجہ سے عوام اب تک انہیں مسترد کرتے رہے ہیں۔ اگر ہم نے سب سے پہلے اسلامی اصولوں کو اپنے اوپر لاگو کر لیا تو یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں گے اور خداوند قدوس ہمیں اقوام عالم میں رسوا ہونے نہیں دے گا۔

(بشکریہ : روزنامہ جنگ)

# کون سی وادی میں ہے' کون سی منزل میں ہے.....؟

## جزیرہ نمائے عرب

روزنامہ القدس لعربی کو انٹرویو دیتے ہوئے مجاہد اسامہ بن لادن نے جزیرہ نمائے عرب میں موجود امریکی افواج کو خبردار کیا ہے کہ انہیں بہت جلد بڑے پیمانے پر مخالفانہ کارروائیوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ الریاض اور الخبر کے دھماکوں سے امریکیوں نے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ انہوں نے پہلی دفعہ یہ انکشاف کیا کہ اس سے قبل امریکی فوجی صومالیہ میں عرب مجاہدین کی طاقت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ انہوں نے کہا امریکی لڑنے والی قوم

> "بعض اخباری اطلاعات کے مطابق امریکہ سوڈان کے تین پڑوسی ممالک ایتھوپیا' اریٹیریا اور یوگنڈا کو ۲۰ ملین ڈالر کی فوجی امداد بھجوا رہا ہے تاکہ ان کے ذریعے سوڈان کی اسلام پسند حکومت کا تختہ الٹا جاسکے"

نہیں ہے یہ صرف ذرائع ابلاغ کی کاریگری ہے جس نے اسے شان و شوکت کا تاج پہنا رکھا ہے۔ طالبان کے ساتھ تعلقات کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ طالبان ہمیں وہی درجہ دیتے ہیں جو انصار مدینہ نے مکہ کے مہاجرین کو دیا تھا۔

## سوڈان

ذرائع ابلاغ کی مختلف رپورٹوں سے پتہ چلا ہے کہ امریکہ سوڈان کے تین پڑوسی ممالک' ایتھوپیا' اریٹیریا اور یوگنڈا کو ۲۰ ملین ڈالر کی فوجی امداد بھجوا رہا ہے تاکہ ان کے ذریعے سوڈان کی اسلام پسند حکومت کا تختہ الٹا جاسکے۔ اس کے باوجود کہ سوڈان نے کسی حد تک امریکہ' مصر اور سعودی عرب کا یہ مطالبہ مان لیا ہے کہ وہ اپنے ہاں سے عرب مجاہدین کو نکال دے۔

## کشمیر

جہادی جماعتوں کی یونین حریت کانفرنس نے جموں و کشمیر میں حالیہ انتخابات کے ڈھونگ کو رد کردیا ہے اور اس وقت تک جہاد جاری رکھنے کا عزم ظاہر کیا ہے جب تک کشمیر کی سرزمین کو ہندو کی غلامی سے آزاد نہیں کرا لیا جاتا۔ اس دوران بھارت کے پٹھو' وزیر اعلیٰ فاروق عبداللہ جنہوں نے ان انتخابات کے نتیجے میں اقتدار سنبھالا ہے' مجاہدین کے ایک ناکام حملے میں بال بال بچے۔

## مورو کی اسلامی سرزمین

مورو کے اسلامی فرنٹ IFM کے مجاہدین اور فلپائن کے قابض فوجی دستوں کے درمیان چھڑنے والی تازہ لڑائی میں IFM کی طرف سے گزشتہ ۲۳ دنوں میں دشمن کے ۲۱ سپاہیوں کو ہلاک اور ۴۳ کو زخمی کرنے کے علاوہ ۴ ٹینک اور ایک ہیلی کاپٹر تباہ کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے اس کے مقابلے میں ۵ مجاہدین اور ۹ شہری ہلاک ہوئے۔ نیز فوجیوں نے ۴۰۰ کسانوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کر کے ان کے مال مویشی قبضے میں لے لئے۔ یہ جنگ گزشتہ ۱۵ سال سے جاری ہے۔

اطلاعات سے پتہ چلتا ہے فوجی مراکز اور سرکاری گشتی دستوں پر متعدد کامیاب حملے ہوئے ہیں جن میں مجاہدین نے بھاری اسلحہ استعمال کیا ہے جس میں توپیں اور میزائل شامل ہیں۔ ان حملوں کے جواب میں سرکاری افواج کی طرف سے مشرق میں واقع شہروں پر شدید حملوں کے باوجود مجاہدین کو کوئی قابل ذکر نقصان نہیں پہنچایا جا سکا۔ ادھر مراکشی حکام بھی مراکش اور الجزائر کی سرحد پر مجاہدین کے تعاقب میں لگے ہوئے ہیں اور ایک مجاہد کو ہلاک اور ایک اور کو گرفتار کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔

## ایران

ایک سنی راہنما کی نامعلوم طور پر ہلاکت کے بعد سنی اقلیت اور امن قائم کرنے پر مامور پولیس کے درمیان خون ریز جھڑپیں ہوئی ہیں جن میں کئی اشخاص ہلاک ہو گئے۔ اگرچہ ان جھڑپوں کی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں تاہم بعض ذرائع کے مطابق صرف ایک شہر بخاران میں ۹ اشخاص ہلاک اور ۶۰ زخمی ہوئے ہیں۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہوگا کہ ایران میں سنی اقلیت مسلسل جبر کا شکار ہے اور اسے اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرنے کی مکمل آزادی حاصل نہیں ہے۔

## چیچنیا

سرفروشوں کی سرزمین چیچنیا میں بھاری نقصانات برداشت کرنے کے بعد روسی فوجوں کی واپسی سے ثابت ہو گیا ہے کہ ذلت و رسوائی روسیوں کا مقدر بن چکی ہے۔ اس دوران توقع ہے کہ مقررہ وقت پر عام انتخابات کے بعد چیچنیا کی پارلیمانی کونسل اور نئے صدر چارج سنبھال لیں گے۔ نائب وزیر اعظم مولادی اودگوف کا کہنا ہے کہ

> "صدارتی حکم کے ذریعے چیچنیا کے سکولوں میں عربی اور اسلامی قوانین کی تعلیم ضروری قرار دے دی گئی ہے"

## الجزائر

الجزائری حکومت اپنا سیاسی کھیل جاری رکھے ہوئے ہے۔ حالیہ ریفرنڈم اسی کا حصہ ہے جس کے ذریعے صدر زیروں کو خصوصی اختیارات تفویض کئے گئے ہیں۔ اس دوران تصادم اور جہاد کے محاذ پر ایک اہم تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے جیسا کہ مختلف

# روسیوں کو ناکوں چنے چبوانے والا عظیم مجاہد

# امام شامل رحمتہ اللہ علیہ

(دوسری قسط)

## لیسلے برانچ (Leslay Branch) کی کتاب "The Sabres of Paradise" کا ایک باب

مرتب و مترجم : اظہار احمد قریشی

پچھلی قسط میں حضرت امام شامل کی گونب کے مقام پر شکست سے لے کر ان کی زار روس سے ملاقات تک کا تذکرہ تھا۔ جس کے دوران زار نے انہیں ایک عظیم رہنما کے طور پر خوش آمدید کہا اور انہیں ایک سرکاری مہمان کا درجہ دیا۔

اس کے بعد امام صاحب کو ماسکو اور لینن گراڈ جس کا نام اس وقت سینٹ پیٹرز برگ تھا' کی سیر کرائی گئی۔ اس سیر کا حال موجودہ قسط میں درج ہے۔ ہمارا مقصد تو جناب امام کی شخصیت کا مطالعہ ہے جو اس سفر نامہ کے حالات و واقعات اور ان کے اقوال کی روشنی میں کچھ کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ مزید واضح ہوگی۔

یہ پر مسرت سفر جاری رہا اور ہر جگہ پر جوش ہجوم کے مناظر دیکھنے کو ملے۔ لوگ ایک ہیرو کی آمد پر بالکل فطری خوشی منا رہے تھے اور امام صاحب کو ایک شکست خوردہ دشمن نہیں سمجھا جا رہا تھا۔ ماسکو میں امام صاحب کو کریملن کی شان و شوکت دکھلائی گئی اور بہت سے وہ مشہور ہیرے جواہرات دکھلائے گئے جو بادشاہوں کے تاج کی زینت بنے تھے۔ لیکن امام صاحب کو پیٹر اعظم کے جوتے بہت پسند آئے۔ انہیں اٹھا کر امام صاحب موجودہ زار کے عظیم جد امجد کے متعلق ترجمان سے سوالات کرتے رہے۔ ماسکو کے دورہ میں امام صاحب کی ملاقات ایک بڑے روسی جرنیل سے ہوئی جس نے امام صاحب کے مقابلہ میں جنگیں لڑی تھیں۔ دونوں کو مل کر بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے اپنی لڑائیوں پر خوب خوب تبصرہ کیا۔ اگلی رات بالشوے تھیٹر پر چراغاں کیا گیا اور جس وقت امام صاحب اور ان کے ساتھی اپنی گاڑی میں وہاں ڈرامہ دیکھنے پہنچے تو ساری بلند و بالا عمارت جگمگ کر رہی تھی۔ ڈرامہ میں ایکٹرسیں ایک ناکام محبت کی غمزدہ کہانی پر کام کر رہی تھیں۔ پہاڑی لوگوں نے اس دردناک کہانی کا بڑا اثر قبول کیا اور سب کو رونا آیا۔

۲۶/ ستمبر یعنی گونب کی شکست کے ۳۲ دن بعد یہ قافلہ لینن گراڈ پہنچا۔ اس شہر کا پرانا نام سینٹ پیٹرز برگ تھا۔ امام صاحب کے کامیاب سفر' ان کی عظمت اور ان کی بلند قامت شخصیت کی خبریں ان سے پہلے ہی پہنچ چکی تھیں۔ چنانچہ جب وہ ریل سے نیچے اترے تو گزشتہ سے بڑھ کر جوش و خروش کے مناظر ان کے منتظر تھے۔ ان کا ریل کا سفر بھی ایک بہت عجیب تجربہ تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ دنیا کی کوئی زبان ریل کے سفر کے تجربہ کو صحیح طور پر بیان نہیں کر سکتی۔ خاص پر چیچنیا کے علاقے کی زبان تو بالکل بیان نہیں کر سکتی۔

ریلوے سٹیشن کے باہر بہت بڑا ہجوم تھا جو امام صاحب کی آمد کا منتظر تھا۔ جونہی امام صاحب نظر آئے تو زبردست تالیوں اور خوش آمدید کے نعروں سے ان کا استقبال کیا گیا۔ امام صاحب خاموشی سے سر جھکائے سیڑھیوں پر کھڑے ہو گئے اور اس طرح انہوں نے استقبال کا جواب دیا۔ ان کے نائب ان کے دونوں جانب ایک قدم پیچھے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے امام صاحب کے مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔

امام صاحب کو ایک ہوٹل میں ٹھہرایا جانا تھا اور یہاں ان کی ملاقات کپتان رینوسکی سے ہونی تھی جو امام صاحب کے گھرانے کا انچارج بنایا گیا تھا۔ یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ امام صاحب کی مستقبل کی رہائش کلوگہ نامی شہر میں ہوگی۔ رینوسکی کا انتخاب بڑی خوش قسمتی ثابت ہوا۔ وہ چیچنیا کی زبان جانتا تھا اور اس علاقہ سے واقف تھا اور اس کی فطرت بڑی ہمدرد اور زندہ دل تھی۔ اسے اس عظیم امام کے ساتھ رہنے کا موقع ملنے پر بھی بڑی خوشی تھی۔

ہوٹل کے مینیجر نے کپتان رینوسکی کو بتلایا کہ امام صاحب صبح سویرے جنگی بحری جہازوں کو دیکھنے گئے ہیں۔ ہوٹل کے مینیجر کو امام صاحب کے ہوٹل میں ٹھہرنے کی خوشی بھی تھی اور بڑی زبردست پریشانی بھی تھی کہ امام صاحب کی موجودگی کی حد سے زیادہ تشہیر ہوئی۔ ہجوم کھانے کے کمروں' مین گیٹ کے کمرے اور برآمدوں میں گھس آیا تھا۔ اوپر کی منزل پر بھی پہنچ گیا تھا۔ دروازوں کے ہینڈل گھما رہا تھا اور چابیوں کے سوراخوں میں سے جھانک رہا تھا کہ کسی طرح مشہور زمانہ امام شامل کو دیکھ سکے۔ ہجوم کے کیچڑ میں لت پت جوتوں کی وجہ سے ہوٹل کے لکڑی کے فرش خراب ہوتے دیکھ کر مینیجر گھبرا گیا۔ کپتان رینوسکی امام صاحب کے انتظار میں تھا اور سوچ رہا تھا کہ قسمت کا پھیر بھی کیا عجیب ہوتا ہے۔ اس نے امام صاحب کے خلاف کافی عرصہ تک جنگ لڑی تھی اور اس دوران اسے یہی خیال رہتا تھا کہ وہ کسی دن امام صاحب کی قید میں پہنچ جائے گا۔ آج وہ امام صاحب کے گھرانے کا انچارج بن گیا تھا۔

دن کے چار بجے رینوسکی نے ایک ہجوم کا شور سنا۔ کھڑکیوں میں سے اس نے ایک چھوٹا گروپ دیکھا جو ہوٹل کی جانب اپنا راستہ بنانے کے لئے زور لگا رہا تھا۔ اس گروپ کے درمیان میں کچھ پگڑیوں والے اور کچھ داڑھیوں والے لوگ تھے۔ ہجوم شور مچا رہا تھا۔ "شامل زندہ باد"۔ "یہ ہیں شامل"۔ ہجوم ہوٹل کے ہال میں جو پہلے ہی کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اس میں گھسا چلا آ رہا تھا اور مینیجر کے احتجاج کی پرواہ نہیں کر رہا تھا۔ اور امام صاحب کے پیچھے اوپر کی منزل پر جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

آخر کار رینوسکی امام صاحب کے کمرے میں پہنچا اور ترجمان نے تعارف کرایا۔ امام صاحب ایک صوفہ پر بیٹھے تھے اور دن کی طویل سیر کی وجہ سے تھکے ہوئے نظر آتے تھے۔ لیکن مسرور اور مشکور بھی تھے۔ انہوں نے بحری جنگی جہاز اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ اس کے علاوہ بحریہ کے انچارج اور دوسرے افسروں نے ان کی جو عزت و تکریم کی تھی اس پر وہ بہت خوش تھے۔ رینوسکی کا اندازہ یہ تھا کہ امام صاحب کو سب سے زیادہ خوشی اس بات پر تھی کہ یہ اجنبی غیر مسلم لوگ بھی ان کی ویسی ہی قدر کر رہے تھے جیسی ان کے اپنے لوگ کرتے تھے۔ رینوسکی کے کہنے کے مطابق یہ بات ان کے سنجیدہ اور شاندار چہرے پر صاف پڑھی جا سکتی تھی۔ رینوسکی امام صاحب کی شخصیت سے بے حد متاثر ہو چکا تھا۔

امام صاحب پردوں کے پیچھے جھانک کر پر مسرت ہجوم کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہاں کے نوجوان تو مجھ قیدی کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور یہ مجھے تکلیف دینا نہیں چاہتے۔ ہمارے ہاں حالت بالکل مختلف ہوتی۔ ہمارے نوجوان تو مجھے پتھر مار مار کر ختم کر دیتے۔ میں اپنے لوگوں کو لکھوں گا کہ وہ اپنے طور طریقے بدلیں اور گزشتہ کی طرح کا تشدد ترک کر دیں، میرا خیال ہے کہ وہ اب بھی میری بات مانیں گے۔

چائے آ گئی اور امام صاحب رینوسکی سے گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ امام صاحب اور ان کے ساتھیوں کو جب معلوم ہوا کہ رینوسکی ۱۹ سال امام صاحب کے خلاف لڑتا رہا تو سب لوگ بہت خوش ہوئے کہ رینوسکی ان کی طرح سپاہی تھے۔

امام صاحب نے پرجوش طریقہ پر رینوسکی سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ اب آپ میرے دوست ہیں۔ امام صاحب نے رینوسکی سے ان کا رینک پوچھا۔ وہ صوفہ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھے ہوئے تھے اور تسبیح کے دانے گھما رہے تھے۔ اب انہوں نے روسی فوج کے رینک گنوانے شروع کئے۔ جنرل کے رینک تک کے لوگ امام صاحب کی قید میں رہے تھے۔ لیکن امام صاحب اونچے رینک کے افسروں سے زیادہ واقف تھے جن کے ساتھ ان کی میٹنگز ہوتی تھیں۔ امام صاحب نے کئی کمانڈروں کے نام لے کر ان کے لڑائی کے طریقوں اور جنگی چالوں کا ذکر کیا۔ جب امام صاحب نے پاسک کا ذکر کیا تو ان کا چہرہ غمزدہ ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ وہ اس قدر عظیم سپاہی تھا۔ اسے ڈارگو میں نہیں مرنا چاہئے تھا اور اسے بہت سی مزید لڑائیوں کے لئے جینا چاہئے تھا۔ امام صاحب کے لئے ابھی تک جنگوں کی ہی کل اہمیت تھی۔

اگلے ہفتہ کے دوران رینوسکی امام صاحب کے گروپ کے ساتھ ہر جگہ جاتا رہا۔ وہ فوٹو گرافر کے ہاں گئے۔ وہاں فوٹو گرافر نے امام صاحب کی بڑی تعریف کی کہ وہ فوٹو کھچوانے کے دوران مکمل ساکت رہے۔ فوٹو کھچوانے کے بعد امام صاحب دوکان کے اندر چسپاں بہت سے فوٹو دیکھتے رہے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بت تھا جس کو امام صاحب بہت غور سے دیکھتے رہے۔ امام صاحب نے سخت حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ یہ کس کا بت ہے۔

رینوسکی لکھتا ہے کہ کھانے کی میز پر امام صاحب چھری کانٹے کا استعمال بخوبی جانتے تھے جبکہ ان کے گروپ کے دوسرے لوگ خاصی مشکل میں ہوتے تھے۔ امام صاحب کا کھانے کا طریقہ فطری لیکن بہت باوقار تھا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد امام صاحب نایاب مشرقی قلمی نسخے پڑھتے تھے جو کہ یونیورسٹی نے مستعار دیئے تھے۔ لیکن ان کے مطالعہ میں بار بار حرج ہوتا تھا کیونکہ ملاقاتیوں کی پوری قطار ہوتی تھی۔ ملاقات کی کوئی درخواست بھی نامنظور نہیں ہوتی تھی۔ روسی افسر تو ان میں سے اکثر کو نامنظور کر دیتے۔ لیکن کوئی بھی شخص جو یہ کہے کہ میں نے چیچنیا کے علاقے میں سروس کی ہے امام صاحب اسے اندر بلا لیتے تھے۔ ایک مرتبہ بڑا عجیب واقعہ ہوا جب ایک ملاقاتی ایک تصویر لایا جس میں ایک ننگا شخص جو بہت زیادہ زخمی تھا اور جس کا سر منڈا ہوا تھا ایک دیہاتی عمارت کے ساتھ لیٹا ہوا تھا جس میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ ملاقاتی نے کہا کہ یہ تصویر قاضی ملا کی ہے جو اس سلسلہ کے پہلے امام تھے جس سلسلہ کے امام شامل تیسرے امام ہیں۔ ملاقاتی نے کہا کہ یہ بڑی نایاب اور قیمتی تصویر ہے جس میں قاضی ملا صاحب کی غمری میں موت کا منظر ہے۔ ملاقاتی کو یقین تھا کہ امام صاحب اس میں دلچسپی لیں گے۔ امام صاحب نے غور سے اس تصویر کو دیکھا۔ ان کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات نہیں تھے۔ پھر انہوں نے پہلو بدلا اور تصویر اور ملاقاتی دونوں کو غلط کہہ دیا۔ انہوں نے سختی سے کہا کہ یہ تصویر قاضی ملا کی نہیں ہے۔ اس پر مریدوں نے غصہ سے دیکھا۔ اس پر ملاقاتی ڈر گیا اور رخصت ہو گیا۔ رینوسکی نے دیکھا کہ کس طرح امام صاحب اب بھی جبکہ ان کے پاس کوئی طاقت نہیں تھی دوسرے کو دہشت زدہ کر سکتے تھے۔ یہ ہوٹل کا قیدی اچانک ایک جنگجو اور بااختیار اور رعب دار امام بن گیا تھا اور کمرے کے سارے موجود لوگ اپنے آپ کو پہاڑوں کے امام کے سامنے محسوس کر رہے تھے۔

> "چڑیا گھر میں امام صاحب نے بندروں کو دیکھ کر کہا: یہ بندر اس سے قبل یہودی تھے جنہوں نے خدا کو ناراض کیا تو اس نے انہیں بندر بنا دیا"

لینن گراڈ میں مختلف مقامات کی سیر جاری رہی۔ امام صاحب نے قلعے دیکھے، مشرقی علوم کے ماہرین سے تبادلہ خیال کیا، شاہی محلات دیکھے اور سرنگیں بنانے کا کام سکھانے والے سکول کو دیکھا۔ اس جگہ امام صاحب کا اچھا استقبال کیا گیا اور انہوں نے بہت سی ٹیکنیکل چیزوں کی نمائش کو بہت غور سے دیکھا۔ ایک گول سیڑھی کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال تھا کہ پہاڑوں میں ڈیفنس اس سے بخوبی ہو سکتی ہے۔ لیکن میرے محدود وسائل کے لئے یہ زیادہ پیچیدہ ثابت ہوئی۔

امام صاحب کو فوج سے متعلقہ ہر چیز سے بہت دلچسپی تھی۔ فوجی بارکوں میں انہوں نے غور سے فوجی وردیاں دیکھیں۔ کمبل اور تکیے اور صفائی اور

ترتیب دیکھ کر وہ بڑے حیران ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ایک سپاہی کے لئے اس قدر آرام مہیا کیا گیا ہے۔ میرا آدمی تو ایسے ماحول میں خوش نہیں رہ سکتا تھا۔ ویسے بھی میں غریب تھا۔ میں انہیں کم ہی دے سکتا تھا۔ لوگ میرے ساتھ لڑنے کے لئے میرے مہمان کے طور پر آتے تھے اور میں جو کچھ انہیں دے سکتا تھا' دیتا تھا۔

چڑیا گھر کی سیر بہت مزے دار رہی۔ امام صاحب کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ ایسے ایسے جانور بھی ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے بندروں کے ساتھ بار بار ہاتھ ملایا اور بڑے خوش ہو کر ہنستے رہے۔ امام صاحب نے کہا یہ بندر اس سے قبل یہودی تھے جنہوں نے خدا کو ناراض کیا اور خدا نے انہیں بندر بنا دیا۔ انہوں نے پورے وثوق کے ساتھ کہا کہ یہ ہماری آسمانی کتاب میں لکھا ہے اور اس کے خلاف وہ کچھ سننے کے لئے تیار نہیں تھے۔

امام صاحب نے کیکڑے نہیں دیکھے تھے۔ انہوں نے غور سے دیکھنے کے لئے ایک اٹھا لیا۔ ان کے چہرے سے سخت ناپسندیدگی عیاں تھی۔ جب کیکڑے نے ان کو کاٹا تو انہوں نے اسے نیچے پھینک دیا لیکن اسے پوری توجہ سے دیکھتے رہے۔ جب اس کی عجیب و غریب چال دیکھی تو امام صاحب کو کچھ خوف محسوس ہوا اور اسی خوف کی حالت میں انہوں نے کہا کہ شیطان اسی طرح کا ہوگا۔ جب روسی نمائندے نے بتلایا کہ یہ کیکڑے کھانے میں بہت لذیذ ہوتے ہیں تو امام صاحب بے حد پریشان ہوئے۔ ایک ہزار جنگوں کے ہیرو کا رنگ زرد ہو گیا۔ ان کے جسم پر تلواروں کے اٹھارہ زخم تھے۔ اس جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ کیکڑے غالباً غیر مسلموں کے لئے ہیں' میرے لئے نہیں ہو سکتے۔

اس جگہ یعنی سینٹ پیٹرز برگ جس کا نام انقلاب روس کے بعد لینن گراڈ ہے یہاں سے کلوگہ کے لئے رخصت ہونے سے پہلے امام صاحب اور ان کے ساتھیوں نے ایک شام بڑے پر رونق ڈرامے دیکھے۔ بعض درد ناک مناظر پر امام صاحب اور ان کے ساتھی اپنے آنسو نہیں روک سکے۔ اسی موقع پر ایک مسلمان شہزادہ کے حرم کا منظر دکھلایا گیا جس میں شہزادہ اپنی ایک کنیز کے ساتھ عشق لڑا رہا تھا۔ امام صاحب اس پر بڑی بددلی سے ہنسے اور انہوں نے کہا کہ ایک مسلمان شہزادہ اس طرح اپنی پوزیشن گرا رہا ہے۔ یہ غیر مسلم مسلمان شہزادوں کے ایسے حالات پر یقین کر لیتے ہیں۔ امام صاحب نے اپنی کرسی کی جگہ بدل لی اور دوبارہ سٹیج پر نظر نہیں ڈالی اور ڈرامے کے خاتمہ پر بڑی سرد مہری سے تعریف کی۔

اس کے بعد امام صاحب اور ان کے رفقاء کلوگہ کے لئے ریل میں سوار ہو گئے۔ ریلوے سٹیشن پر بڑا پرجوش ہجوم تھا۔ چنانچہ ٹرین کی روانگی آدھا گھنٹہ لیٹ ہو گئی۔ امام صاحب ٹرین کے دروازے میں کھڑے ہوئے اور ایک ہاتھ سینہ پر رکھے عربی میں تقریر کر رہے تھے اور روسی ترجمان بلند آواز سے ترجمہ کر رہے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ان لوگوں کو بتلا دو کہ میرے جذبات اتنے ہی گہرے ہیں جتنے گہرے میرے زخم ہیں۔ انہیں یہ بھی بتلا دو کہ ان کی مہربان توجہ نے مجھے اتنی خوشی دی ہے جتنی مجھے ڈارگو کی فتح کے بعد اب تک نہیں ملی تھی۔ گویا امام صاحب اپنی بات بہترین طریقہ پر صرف جنگوں کے ذکر سے ہی بیان کر سکتے تھے۔ ○○

---

جوانوں کو مری آہ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نور بصیرت عام کر دے

(اقبالؒ)

# خواب پریشاں

## فیروز خسرو

قیادت کے فقدان کے حوالے سے ۱۹۶۷ء کی ایک نظم جو آج کے حالات پر زیادہ منطبق نظر آتی ہے

کل بھی سکون و ضبط کا دامن تھا تار تار
کل بھی اٹھے تھے وادی پرخار میں قدم
کل بھی جہان قلب و نظر تھا لہو لہو
کل بھی عروس مہر و وفا تھی بچشم نم
کل بھی لٹا تھا لالہ صحرا کا قافلہ
کہنے کو کل بھی سایہ ابر بہار تھا
کل بھی رہ وفا کے دیئے تھے بجھے بجھے
کل بھی شب فراق کے رخ پر نکھار تھا
کل بھی رہا تھا یوں تو رخ آفتاب زرد
لیکن کہیں بھی سایہ دیوار و در نہ تھا
کل بھی رہی تھی منزل جاناں دھواں دھواں
کل بھی رہ وفا میں کسی کا گزر نہ تھا
کل بھی یہی تھی رت' یہی دن رات تھے مگر
پیش نگاہ کل بھی کوئی معتبر نہ تھا
کل بھی ہر ایک گام بھٹکتے تھے کارواں
راہ طلب میں کل بھی کوئی راہبر نہ تھا
جو کچھ نظر کے سامنے تھا اک سراب تھا
دیکھا تھا جاگتے میں جو ہم نے وہ خواب تھا

"معمولی اختلافات کو اس طرح ہوا دو کہ وہ بڑے نظر آئیں"

"حب عاجلہ کا شکار لوگ آسانی سے تمہارے دست و بازو بن سکتے ہیں"

# ابلیس کی مجلس شوریٰ کا تازہ اجلاس

## رجال دین کے لئے ایک لمحہ فکریہ

از : نجیب صدیقی' کراچی

ڈرائنگ روم کی تزئین و آرائش دیکھ کر یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ کسی جاگیردار کا ڈرائنگ روم ہے۔ کافی کشادہ ہے' کئی صوفے ترتیب سے رکھے ہوئے ہیں' درمیان میں میزیں بڑے سلیقے سے بچھی ہوئی ہیں اور ان پر تازہ پھولوں کے گلدستے بہار دکھا رہے ہیں۔ آج کا اجلاس انتہائی اہم ہے اس لئے بھی کچھ مزید کرسیاں بڑھادی گئی ہیں۔

مہمانان گرامی آ گئے اور اپنی اپنی نشست پر متمکن ہو گئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آنے والوں کو اپنی نشست کا پہلے سے علم تھا اور پہلے بھی ایسے اجلاس ہوتے رہے ہیں۔ ہر طرف انتہائی خاموشی تھی۔ صاحب صدر کی کرسی کچھ بلند تھی' اور وہ نگاہوں سے حاضرین کا جائزہ لے رہے تھے۔ کچھ نشستیں جو ابھی خالی تھیں وہ بھی تاخیر سے آنے والوں نے پر کر دیں۔ ماحول کا جائزہ لینے کے بعد صاحب صدر نے سکوت توڑتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں کے سپرد جو کام تھا' میں جائزہ لینا چاہتا ہوں تاکہ اس کی روشنی میں آئندہ کا لائحہ عمل مرتب کیا جا سکے۔ آپ لوگوں کو جو کام دیا گیا ہے وہ انتہائی اہم ہے اور اس کی تکمیل پر ہی ہمارے آئندہ پروگرام کی بنیاد پڑے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مختصراً یہ بتائیں کہ کس کس محاذ پر کامیابی ہوئی اور اگر کہیں ناکامی ہوئی ہے تو اس کے کیا اسباب ہیں اور اس ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

پہلا بولا : عالم پناہ! آپ نے میرے سپرد جو کام کیا تھا میں نے نہایت ہوشیاری سے وہ انجام دیا ہے۔ وہ دونوں پارٹیاں جو ایک دوسرے کے قریب آ گئی تھیں میں نے اپنی تدبیر سے ان میں تفرقہ ڈال دیا۔ اب وہ ایک دوسرے کے سائے سے متنفر ہیں۔ مجھے خوف تھا کہ اگر ان دونوں کا معاہدہ ہو گیا تو ہمارے آئندہ کے پروگرام زمین بوس ہو جائیں گے اور اب میں سرخرو ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔

دوسرا بولا : کتنی خوفناک بات ہے کہ متعدد مسالک کے لوگ ایک جگہ جمع ہو رہے تھے۔ ان کی آپس کی ہم آہنگی اس بات کی غماز تھی کہ آئندہ کوئی بڑے اتحاد کی صورت بننے والی ہے۔ اگر ایسی کوئی صورت ہو جاتی تو ہمیں آئندہ کام کرنا مشکل ہو جاتا۔

> "آج شیطان نے ہمارے ذہنوں میں یہ خیال ڈال دیا ہے کہ جب ہم لوگوں کے رنگ' قد' لباس' زبان اور علاقے جدا جدا ہیں تو ہم امت واحدہ کیسے بن سکتے ہیں"

مجھے اس بات کی بڑی فکر تھی۔ میں کوشش میں لگا ہوا تھا کہ ان کے اختلاف کو ہوا دوں' انہیں ایک دوسرے کے خلاف اکساؤں اور ان میں ہم آہنگی نہ ہونے دوں۔ میں اپنے مشن میں کامیاب ہوا۔ چنانچہ آج وہ پھر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں' ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کو تیار نہیں۔ فتوؤں کی توپ نے ایک دوسرے پر گولے برسانے شروع کر دیئے ہیں۔ اپنی کامیابی پر بہت خوش ہوں۔ میں نے وہ کام کیا ہے جو آپ کے شاگردوں میں مجھے بلند مقام عطا کرتا ہے۔

تیسرا بولا : سرکار عالی جاہ! طاقت کا اصل سرچشمہ تو عوام ہیں۔ ان کی سوچ اگر کوئی مثبت راہ اختیار کر لیتی ہے تو ہمارے لئے مشکلات ہی مشکلات کا سامنا ہو گا۔ ان کے ذہنوں کو بدلنے کے لئے ہم نے نئے نئے اشکالات پیدا کئے' دنیا کی دوڑ میں مسابقت کا جذبہ پیدا کیا' ایک دوسرے میں بداعتمادی پیدا کی' ایک دوسرے کے خلاف مختلف سازشوں سے ان میں دوری پیدا کی' کسی ایک نقطہ نظر پر جمنے نہیں دیا۔ یہ بہت مشکل کام تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے بحسن و خوبی انجام دیا ہے۔ لسانی بنیاد پر ان کو بانٹا' پھر صوبے کے حوالے سے ان میں فاصلے پیدا کئے' سب سے زیادہ کامیابی ثقافت کے نام پر ہوئی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سب الگ الگ ثقافت رکھتے ہوئے ایک سوچ اختیار کر لیں۔ میری کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اب سب یہی کہہ رہے ہیں کہ ثقافت تو وجہ تفریق ہے۔ ہمارے باپ دادا کا ورثہ ہے' ہم اس ورثہ کو ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ ہماری یہ روایت

ہے' ہماری ایک تاریخ ہے' ہماری ایک پہچان ہے' یہ سب کچھ الگ ہوتے ہوئے ایک امت کا نعرہ لگانا بے معنی ہے۔ زمین کی خوشبو کو اس سے الگ کون کر سکتا ہے۔ یہ زمین جو ہماری پشت ہاپشت کی امین ہے' باپ دادا کی پہچان ہے۔ ان کی ہڈیاں اس میں دفن ہیں۔ اس کی اپنی ایک پہچان ہے۔ اس سے کون دست بردار ہو سکتا ہے۔ اس زمین کی ثقافت سے منہ موڑنا غداری ہے۔ ایک امت کے تصور کو مٹانے کے لئے میں نے طرح طرح کے شگوفے چھوڑے۔ میں نے کہا کہ جب انسانوں کے رنگ الگ الگ ہیں' قد ایک نہیں ہو سکتے' زبان ایک نہیں ہو سکتی' لباس ایک نہیں ہو سکتا' پھر ایک امت کا تصور کیسے ممکن ہے اب سب یہی کہتے ہیں کہ ہماری الگ الگ پہچان ہے۔ وہ اس تصور سے دور ہو چکے ہیں۔ ان کی سوچ تبدیل ہو چکی ہے۔ یہ سوچ ان کو آہستہ آہستہ ایک امت کے تصور سے دست بردار کر دے گی اور ان کی آئندہ نسلیں صرف اور صرف اپنی زمین اور زبان سے پہچانی جائیں گی۔

چوتھا جو اپنی باری کا منتظر تھا' کہنے لگا' آج تو مزہ آ گیا۔ میں نے ایک مسجد میں نمازیوں کے درمیان جھگڑا کرا دیا۔ ایصال ثواب کی بحث چل نکلی تھی۔ میں نے اس بحث کو اس طرح ہوا دی کہ نمازی ایک دوسرے کے دست و گریبان ہو گئے۔ مار پیٹ کھینچا تانی کے بعد پولیس کو بلانا پڑا اور پولیس دونوں گروہوں کو پکڑ کر لے گئی۔ اب تھانے میں ان دونوں گروہوں سے معاملہ طے ہو گا۔ اگرچہ یہ کارروائی مختصر تھی مگر آئندہ کے لئے جھگڑے کی مستقل بنیاد پڑ گئی۔ اب وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے' اعتماد کی فضا نفرت میں بدل گئی۔ اس کام کے عملاً نتائج بہت دور رس برآمد ہوں گے۔

پانچواں بولا : عزت مآب' عالی قدر! آپ نے مجھے سب سے مشکل کام سپرد کیا تھا۔ میں اپنی ناکامی کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے ان لوگوں میں کام کرنے کو کہا گیا تھا جو اسلام کو ایک نظام زندگی مانتے ہیں۔ وہ قرآن کو اپنا رہبر بناتے ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ قرآن سمجھ کر پڑھنے کے لئے نازل ہوا ہے۔ اس کو سمجھ کر پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہی انسانی نجات کے لئے ضروری ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امت کا زوال اس وجہ سے ہے کہ اس نے اللہ کی رسی کو چھوڑ دیا۔ وہ قومیتوں کے تصور سے بلند ہو کر ایک امت کے حامی ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ رنگ و نسل اور زبان نے انسانی وحدت کو پارہ پارہ کیا ہے۔ علاقائی ثقافتوں نے اسے پھاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ثقافتیں تو محض پہچان کے لئے تھیں لوگوں نے اسے عقیدے کے طور پر اختیار کر لیا ہے اور آج یہ ان کی بربادی کا سبب بن گئی ہیں۔ لہٰذا ان سے بلند ہو کر اللہ کی رسی یعنی قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے۔ یہ قرآن ہمیں تفرقوں سے بچالے گا' ہمیں ایک امت بنائے گا۔ پہلے بھی اس نے بکھری ہوئی قوم کو یکجا کیا تھا اور آج بھی وہ ہمیں بنیان مرصوص بنا سکتا ہے۔ وہ ایک مضبوط گروہ ہے جو دلیل سے بات کرتا ہے وہ انسانوں کے ذہنوں کو اپنی باتوں سے مسخر کر لیتا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ان کی حکمت عملیوں کو سبوتاژ کروں مگر میری ایک نہ چلی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ایمان چٹان کی طرح مضبوط ہیں۔ وہ اپنے اس ایمان پر اپنی جانوں کا نذرانہ دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ ان میں جہاد کی روح پھونک دی گئی ہے۔ وہ ہر وقت ہر لمحہ اپنے مشن میں مصروف ہیں۔ ان میں نقب لگانا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ صاحب صدر نے اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ آسان کام کرنا کوئی بہادری نہیں ہے مشکل کام کو انجام دینا ہی بہادری ہے۔ ان کی صفوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے نئے پرانے کی تمیز پیدا کرو۔ یہ نیا آدمی کیوں بڑے منصب پر فائز ہو گیا۔ پرانے کو جس کا اس منصب پر حق تھا پیچھے کیوں دھکیل دیا گیا۔ ان میں جو لوگ نمایاں ہونے کے خواہش مند ہیں انہیں اکساؤ' ان میں نجوی کی عادت ڈالو۔ سرگوشی ہی ان کے اتحاد کو توڑ سکتی ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرو۔ ان کی نگرانی سخت سے سخت ہونی چاہئے۔ اپنے ذہین کارکنوں کو ان کے پیچھے لگاؤ۔ معمولی اختلافات کو اس طرح ہوا دو کہ وہ بڑے نظر آئیں اور کوشش کرو کہ اختلافات رفع نہ ہوں۔ یہی ایک واحد تدبیر ہے جس سے تمہیں کامیابی ہو سکتی ہے۔ دلیل سے انہیں گھیرنا ناممکن ہے۔ مایوسی کی ضرورت نہیں ہے کوشش جاری رکھو۔ دیکھو! جو لوگ حب عاجلہ کا شکار ہوتے ہیں وہ تمہارے دست و بازو بن سکتے ہیں۔ دنیا کی اہمیت انسان کے دل کے کسی نہ کسی گوشے میں مستور ہوتی ہے اس کو ابھارو۔ جب یہ محبت پیدا ہو جائے گی تو تمہارا کام آسان ہو جائے گا۔


KHALID TRADERS
IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

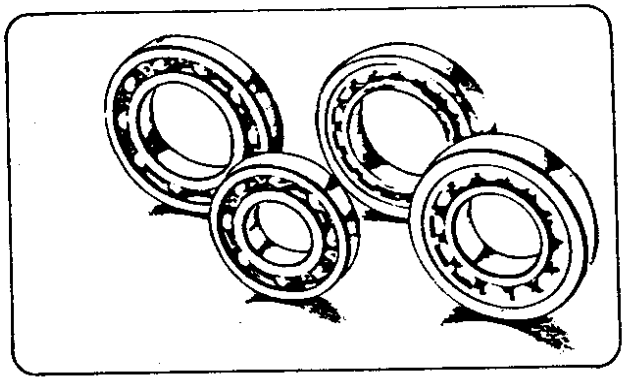

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

## عوام ایک ایسا سیاسی نظام چاہتے ہیں جس میں حکمران اسلام کے تابع ہوں

## ستر کی دہائی سے پاکستان' بنگلہ دیش اور پورے عالم اسلام میں ایک اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ زور پکڑ رہا ہے

## غیر منقسم برطانوی ہند کے مسلمانوں کو علیحدہ وطن کے لئے متحرک کرنے کا باعث اسلام کا جذبہ بنا تھا

## لسانی جھگڑے کا کسی حد تک تدارک ایک اچھے دستور کے ذریعے کیا جا سکتا ہے

# دستور پسندی اور لسانی جھگڑے

## پاکستان میں دستور سازی کا ایک جائزہ

تحریر : سلیم منصور' اخذ و ترجمہ : سردار اعوان

ممتاز عالمی جریدے The Amrican Journal of Islamic Social Sciences کے خزاں ۱۹۹۶ء کے شمارہ میں Constitutionalism and Ethnic conflict : the case of Pakistan کے عنوان سے سلیم منصور کا مضمون شائع ہوا ہے جو قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش ہے۔ سلیم منصور' دی یونیورسٹی آف ویسٹرن انٹاریو' کینیڈا میں سوشل سائنس کے شعبہ میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ ضروری نہیں کہ اس مضمون کے تمام مندرجات سے ادارہ متفق ہو' تاہم یہ مضمون ہماری نگاہ میں اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے ذریعے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ بلاد مغرب میں مقیم چوٹی کے مسلم سکالرز پاکستان کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ (ادارہ)

پاکستان کے آئین کی تیاری میں سیاستدانوں کو جس بنیادی مسئلے کا سامنا تھا وہ یہ تھا کہ پاکستان' جہاں مسلمانوں کو فیصلہ کن اکثریت حاصل ہے اور مختلف لسانی طبقے مشترک طور پر اسلام کے زیر اثر ہیں' ایک "مسلم اکثریت" کا سیکولر طرز کا ملک ہو یا ایک "اسلامی ریاست"۔ یہ سوال عالم اسلام کو جو مراکو سے انڈونیشیا اور سابق سوویت یونین کی وسط ایشیائی ریاستوں سے افریقہ تک پھیلا ہوا ہے آج بھی اسی طرح درپیش ہے جس طرح پہلی مرتبہ پچاس کی دہائی میں پاکستان اس سے دوچار ہوا۔ اس سوال کا کوئی خاطر خواہ حل تلاش نہ کرپانے کا یہ نتیجہ تھا کہ پاکستان لسانیت کی بنا پر دولخت ہو گیا۔

پاکستان کے تجربات نے سب سے اہم سبق یہ دیا ہے کہ ریاستی دستور میں آبادی کی اکثریت کی بنیادی قدروں کو ہر حال میں جگہ دی جانی چاہئے۔ پاکستان کے معاملے میں یہ قدر اسلام تھی۔ ۱۹۷۹ء کے ایران کے انقلاب کے بعد عالم اسلام کے اندر عصر حاضر کی اسلامی ریاست کی نوعیت کے بارے میں جدید اور روایتی مسلمانوں کے درمیان بحث کا پاکستان میں آغاز غیر متوقع نہیں تھا۔ الجزائر میں دسمبر ۱۹۹۱ء کے انتخابات میں اسلامک سالویشن فرنٹ (الیف - آئی - ایس) کی کامیابی کے بعد اسے جس طرح کچلنے کی کارروائی کی گئی ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ مسئلہ کس قدر خون ریزی کا باعث بن سکتا ہے۔

کوئی بھی سیاسی نظام جس میں عوام کی خواہشات کا اہتمام نہ کیا گیا ہو اپنا جواز کھو دیتا ہے اور اسے قائم رکھنے کے لئے طاقت کا سہارا لینا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ پاکستان کی طرح جس ملک میں متعدد لسانی طبقات موجود ہوں اس کا لسانی بنیادوں پر ٹکڑوں میں بٹ جانا قرین قیاس نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں وسیع تر سیاسی نظام پر لسانی وفاداری غالب آ جاتی ہے۔ کسی حد تک اس کا تدارک ایک اچھے دستور کے ذریعے کیا جا سکتا ہے اگرچہ مستقل طور پر مختلف لسانی قومیتوں کو ایک نظم میں متحد رکھنا شاید ممکن نہ ہو۔

انتقال اقتدار کی رو سے برطانوی حکومت کے دو "آہنی پنجے" انڈین سول سروس اور فوج' بھارت اور پاکستان کو ورثہ میں ملے تھے۔ بھارت نے نومبر ۱۹۴۹ء میں دستور نافذ کر کے سول سروس اور فوج کو منتخب سیاستدانوں کی نگرانی میں دے دیا جبکہ پاکستان میں دستوری بحران کی وجہ سے وائسری رائیگی سسٹم کو جس کے تحت انتقال اقتدار عمل میں آیا تھا اس کے دونوں بازوؤں' سول اور ملٹری سروس سمیت جڑ پکڑنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح کے بعد غلام محمد اور سکندر مرزا گورنر جنرل مقرر ہوئے تو غلام محمد کے ہاتھوں اپریل ۱۹۵۳ء میں خواجہ ناظم الدین کی وزارت ختم ہوئی اور اکتوبر ۱۹۵۴ء میں دستور ساز اسمبلی کی منسوخی عمل میں آئی۔ غلام محمد اور سکندر مرزا دونوں برطانوی ہند کی سول اور ملٹری سروس سے آئے تھے۔ سکندر مرزا نے اکتوبر ۱۹۵۸ء میں پارلیمانی حکومت کی بساط لپیٹ دی اور اقتدار فوج کے حوالے کر دیا۔

ملک پر سول' ملٹری نوکر شاہی کے تسلط کا مطلب علاقائی نمائندگی سے ہٹ کر مرکز پر ایک علاقے اور لسانی طبقے کی حکمرانی تھا۔ برطانوی ہند کی فوج میں مسلمان میں سب سے زیادہ پنجاب سے تھے اور بعد میں یہی تھا۔ معاملہ پاکستان میں رہا۔ اسی طرح اعلیٰ سول ملازمین پنجاب سے تھے یا مہاجر تھے۔ آبادی کے لحاظ سے صوبہ مشرقی بنگال' جسے مشرقی پاکستان کا نام دیا گیا تھا آدھے سے زیادہ پاکستان پر مشتمل تھا۔

لیکن تقسیم کے وقت پاکستان کی فوج میں اس کا ایک فیصد سے بھی کم حصہ تھا۔ مرکزی سیکرٹریٹ کے اعلیٰ عہدوں پر ایک ملازم بھی مشرقی پاکستان سے نہیں تھا۔ لہٰذا پہلی دہائی میں سول' ملٹری' بیوروکریسی اور ۱۹۵۸ء کے بعد پہلی فوجی حکومت کو جس کا ۱۹۶۹ء اور ۱۹۷۷ء میں اعادہ ہوا پنجابی تسلط سے تعبیر کیا جانا غلط نہ تھا۔

غیر منقسم برطانوی ہند کے مسلمانوں کو علیحدہ وطن کے لئے متحرک کرنے کا باعث اسلام کا جذبہ بنا تھا۔ تحریک پاکستان کے دوران جذبات اتنے شدید تھے کہ کسی کو نئے وجود میں آنے والے ملک کی تفصیلات پر غور کرنے کا موقع نہ ملا۔ تحریک کی قیادت کرنے والے راہنما عام طور پر آزاد خیال اور مغربی طرز کی سیاست سے آشنا تھے۔ چنانچہ سر ہملٹن گب تحریر کرتے ہیں کہ :

"بیسویں صدی کے اوائل کی مسلم دنیا کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ نہیں ہے کہ وہ مغرب کی پیروی کرنے لگے ہیں بلکہ یہ ہے ان میں مغرب کی پیروی کرنے کی خواہش موجود ہے"۔

جناح صاحب نئی مسلمان نسل کے اس سیکولر طبقے کے نمائندہ تھے جس کے پیش نظر مسلم قوم پرستی کے نام پر اپنا ایک ثقافتی تشخص حاصل کرنا تھا لیکن وہ اس کے نتیجے میں قائم ہونے والے اسلامی ملک کے تقاضوں سے نابلد تھے۔ ان کا مطالبہ ایک ایسے ملک کا تھا جہاں انگریز کے جانے کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ اس لئے ہر طرح کا نسلی اور سیاسی پس منظر رکھنے والے مسلمان مسلم قومیت کے نام پر جمع ہو گئے' مگر آزادی کے بعد دستور کی تیاری میں ایک مسلم اکثریت کے ملک اور اسلامی ریاست میں جو فرق ہوتا ہے اس کا نظرانداز کیا جانا ممکن نہ تھا۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ نسلی تصادم کا جزوی یا کلی حل صرف دستوری طریقوں سے تلاش کیا جا سکتا ہے تو اس سے مراد ہوتی ہے کہ جدید ریاستی اداروں اور جمہوریت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس مسئلے کو ایک ایسے قانونی نظام کے تحت لایا جائے جو معاشرے کی روایات' معیارات اور عادات سے مطابقت رکھتا ہو۔ کسی معاشرے میں جمہوریت صرف اسی صورت میں کامیاب ہو سکتی اور برقرار رہ سکتی ہے جبکہ اس کی جڑیں معاشرے کے اندر گہری ہوں۔

لیاقت علی خان نے اپنی غیر متوقع وفات سے قبل قرار داد مقاصد کے نام سے ایک دستاویز پیش کی تھی جس میں دستور کے اصول معین کئے گئے تھے۔ اس میں جہاں اللہ کی حاکمیت کا اقرار موجود تھا وہاں یہ کہہ کر اللہ کی حاکمیت سے مراد عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے عوام کی حاکمیت ہے پارلیمانی حاکمیت کے اصول سے بھی مطابقت پیدا کی گئی۔ قرار داد مقاصد بعد ازاں ۱۹۵۶ء' ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے دستور میں بطور پیش لفظ شامل رہی۔ قرار داد مقاصد کو تمام مکاتب فکر کے لئے قابل قبول بنانے کے لئے اس میں بہت سی اہم باتوں کا کوئی تذکرہ نہیں۔ شریعت کو دستور میں بنیادی حیثیت دینے یا قرآن کو تمام قوانین کے لئے اصل ذریعہ بنانے کا کوئی ذکر نہیں۔ اس قسم کے اہم امور پر خاموشی اختیار کر کے جدید طبقے کو یہ یقین دلایا گیا کہ قانون سازی میں علماء کا کوئی کردار نہیں ہو گا۔

۱۹۵۶ء کے آئین میں جو اہم اسلامی شق رکھی گئی تھی اور جسے بعد کے دساتیر میں بھی برقرار رکھا گیا تھا وہ یہ تھی کہ قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں ہو گی اور جو قوانین موجود ہیں انہیں قرآن و سنت کے مطابق بنایا جائے گا۔ جدید طبقہ اسلام کے نام سے آگے کوئی رعایت دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ ریاست کا کاروبار اور عدالتی معاملات انہی قوانین کے تحت انجام دیئے جاتے رہے جو انگریز سے ورثہ میں ملے تھے۔

ستر کی دہائی سے پاکستان' بنگلہ دیش اور پورے عالم اسلام میں ایک اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ زور پکڑ رہا ہے جس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ نو آبادیاتی نظام کے خاتمے کے بعد سیکولر قومیت کی حامی قیادت نے سماجی' معاشی ترقی' مساوات اور عدل کے جو سبز باغ عوام کو دکھائے تھے وہ اسلامی دنیا میں کہیں بھی پورے نہیں ہوئے۔ اس لئے عوام ایک ایسا سیاسی نظام چاہتے ہیں جس میں حکمران اسلام کے تابع ہوں۔

پاکستان میں پانچویں دفعہ بننے والا ۱۹۷۳ء کا آئین ترمیم کے باوجود ابھی تک بچا ہوا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے عوام قبول کر چکے ہیں۔ لہٰذا اب ساری سیاسی توانائی جمہوریت کی تفصیلات طے کرنے میں صرف ہو گئی۔ ۱۹۸۵ء میں ضیاء الحق کی ہلاکت کے بعد سول حکومت کو اقتدار کی منتقلی میں مشکلات کے باوجود کوئی خاص رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ تاہم یہ کہنا قبل از وقت ہو گا کہ یہاں جمہوریت جڑ پکڑ گئی ہے۔ خصوصاً ایم کیو ایم جیسی علاقائی جماعتوں کے منظر عام پر آنے سے ۱۹۵۵ء کی طرح کا سیاسی بحران پیدا ہو سکتا ہے مگر اس وقت صورت حال اس لئے مختلف ہے کہ پنجاب کی سیاسی بالادستی آئینی طور پر قبول کر لی گئی ہے۔ آج کے دور میں جمہوریت کو عوام کی مرضی پر مشتمل آئینی حکومت قائم کرنے کا ذریعہ تصور کیا گیا ہے اور جمہوریت کے لئے آئینی بنیاد کا ہونا لازم ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان میں اس وقت جمہوریت کے امکانات پہلے سے کہیں زیادہ روشن نظر آتے ہیں۔ البتہ پاکستان کی سیاست میں نسلی کشمکش کا علاج اسلام سے جس کی بنیاد پر ملک وجود میں آیا تھا۔OO

**"بھارت نے ۱۹۴۹ء میں دستور نافذ کر کے سول سروس اور فوج کو منتخب سیاستدانوں کی نگرانی میں دے دیا جبکہ پاکستان میں دستوری بحران کی وجہ سے وائسرائیگی سسٹم کو سول اور ملٹری سروس سمیت جڑ پکڑنے کا موقع مل گیا"**

## بقیہ : تجزیہ

جدوجہد کی ہے۔ علماء کے متفقہ باہمی نکات اور قرارداد مقاصد کی تیاری و منظوری میں مفتی جعفر حسین جمشید اور شیعہ علماء نے اہم کردار ادا کیا۔ آج بھی وہ اپنا یہ کردار ادا کر سکتے ہیں اور بہتر ہو گا کہ ملی یک جہتی کونسل کو وقتی سیاسیات سے الگ کر کے فرقہ وارانہ اتحاد و اخوت کی تحریک کے لئے ایک مضبوط پلیٹ فارم بنایا جائے۔

## ہر وہ انسان جو انسانوں کے لئے قانون صادر کرنے کا حق رکھتا ہو' وہ اللہ کا شریک ہے

## طاغوت سروں پر مسلط ہو تو خاموش رہنا ایمان کے منافی شمار ہوتا ہے

## پارلیمنٹ کا سب کچھ کرنے میں آزاد ہونا اس کے جواز کی نہیں حرمت کی دلیل ہے

## شرک سے بچنا اور طاغوت سے کفر کرنا اہم ترین دینی فریضہ ہے

حامد محمود کی تصنیف ۔ پوسٹ بکس 1410 اسلام آباد

# کیا ووٹ مقدس امانت ہے؟

### سے چند اقتباسات

سیاست سے لاتعلقی دین کا گمراہ کن تصور ہے۔

آسمان سے اوپر' زمین سے نیچے یا ملک سے باہر ہی کی بات کرنا دین انبیاء کی نمائندگی نہیں۔ جاہلیت کی تاریکی چار سو پھیلی ہو اور زندگی کا کوئی بھی گوشہ طاغوت کے پنجہ میں گرفتار ہو تو ورثہ نبوت یہ نہیں ہوا کرتا کہ اہل توحید معاشرے کی روش سے اتفاق و اختلاف کے سلسلے میں "ذاتی رائے" رکھنے پر اکتفاء کرتے ہوں۔ طاغوت سروں پر مسلط ہو تو خاموشی ہی ایمان باللہ کے حق میں جرم ہو جایا کرتی ہے۔ پھر اگر باطل کے لئے تاویلات کی تلاش اور درمیانی راہیں نکالنے کا چلن ہو جائے اور روئے باطل کی پردہ پوشی حق سے کی جانے لگے تو یہ جرم ایسا ہے کہ آج تک صرف بنی اسرائیل کا امتیاز بن سکا ہے۔

شرک سے براءت کا عقیدہ ایسا نہیں کہ کوئی انسان یہ کہہ کے جان چھڑا لے کہ وہ بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا یا دل سے قبول نہیں کرتا۔ طاغوت کوئی "پرہیزی" قسم کی چیز نہیں ہوا کرتی کہ صرف بے توجہی کا مستحق ہو۔ اس سے دشمنی و براءت بھی کوئی نفلی عبادت نہیں جس کا کر لینا صرف بلندی درجات کا سبب ہو۔ اس آسمان کی چھت تلے طاغوت اللہ کا سب سے بڑا دشمن ہے اور عرش عظیم کے مالک سے ایمان و وفاداری کے ثبوت کے لئے بلند ترین آواز میں اللہ کے اس دشمن سے بغض و حقارت کا اظہار اور مسمار کر دینے کا عزم ہی ایمان کا حصہ' نجات کا سبب اور انبیا کا اہم ترین و بنیادی مشن ہے۔ ہمارا یہ رسالہ اس فرض کی جانب توجہ دلانے کی ایک ادنیٰ سی کاوش ہے' کیا بعید کہ اللہ تعالیٰ اسے اہل توحید کے دل کی آواز بنا دے۔

اس سلسلے میں ہم کچھ وضاحتیں کر دینا چاہتے ہیں۔

وہ لوگ تو اس رسالے کے مخاطب ہی نہیں جو اس نظام طاغوت کو بلاچوں و چرا تسلیم کر کے طاغوت کی بندگی کر رہے ہیں اور شاید انہیں اس پر فخر بھی ہو۔ ہمارے مخاطب صرف وہ لوگ ہیں جو بہرحال اپنے آپ کو مسلمان رکھنا چاہتے ہیں اور اسلام ہی پر مرنے کی آرزو دل میں رکھتے ہیں۔ ہماری بات صرف اس طبقہ سے ہوگی جس کی محفلوں میں بہرحال اللہ اور یوم آخرت کا ذکر ہوتا ہے اور جس میں دین کی اتنی رمق باقی ہے کہ اس جاہلی نظام کے ناقدین میں بہرکیف شامل ہوتا ہے۔

باقی وہ لوگ جن کے لئے عورت کی حکمرانی کفر کی حکمرانی سے زیادہ تکلیف دہ ہے' ملک کا غم جنہیں دین سے زیادہ رہتا ہے اور قومی ترقی کی فکر جنہیں عذاب سے زیادہ پریشان کرتی ہے یا جو محلے کے کونسلر سے خرابی تعلقات کے متحمل نہیں' وہ اسلام پسند جو "چھوٹا کفر" اور "کمتر برائی" قبول کرنا ہی ہر مسئلہ کا حل سمجھتے ہیں اور وہ تھکے ہارے مسلمان جن کا وزن اس معاشرے میں صرف ووٹ کی حد تک ہی ہے اور وہ اسی کے ذریعے کمال کر دکھانا چاہتے ہیں.... ان سب لوگوں کے لئے ہماری باتیں دل کو لگنے میں ناکام ہو جائیں تو یہ ہماری توقع کے عین مطابق ہوگا۔ شکست خوردہ انسانوں کی بھیڑ کو ایمانی عزت کا مفہوم سمجھانا اور عزیمت کی راہ پر گامزن کرنا کبھی آسان نہیں رہا۔ پستیوں میں بسنے والے بلندیوں کو سر کرنے کی بات کو ہلاکت اور تباہی کی دعوت قرار دیں تو یہ کبھی پہلے تعجب کی بات رہی ہے نہ اب۔

تصحیح معلومات کی خاطر ہم یہ بھی فرض کرنا چاہتے ہیں کہ انتخابات کی اس بھیڑ کے موقع پر ہم نے فرزندان توحید تک ان کے عقیدے کی یہ آواز

> **"طاغوت کوئی خلائی مخلوق ہے نہ بیرون ملک پائی جانے والی سوغات بلکہ ہمارے سروں پر چھایا ہوا بھیانک نظام ہے"**

پہنچانے کی کوشش ضرور کی ہے مگر ہمارے رسالے کے اس موضوع کو وقتی اور مقامی نہ سمجھ لیا جائے۔ ایسے موقع پر حق بیان کرنا ناگزیر تر ضرور ہو جایا کرتا ہے مگر اس وجہ سے حق کو بھی ہنگامی سمجھ لینا بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ حق پر ایمان اور باطل کا انکار الیکشن سے پہلے اور بعد یکساں فرض ہے اور اس کا ابلاغ کسی وقت ضروری تر ہو جائے تو اس سے اس فرض کی عالمگیر اور آفاقی حیثیت کم نہیں ہو جاتی۔

اس کے علاوہ ووٹ کے عنوان سے بھی کوئی ہرگز یہ نہ سمجھ لے کہ ہم خاص اس فعل کے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑنا چاہتے ہیں اور اگر کوئی سیاست سے ویسے ہی لاتعلق ہے (ووٹروں کی اکثریت حق رائے دہی استعمال نہیں کرتی) تو یہ رسالہ اس سے متعلق نہیں! الیکشن سے عدم دلچسپی کا سبب اگر بصیرت ایمانی نہ ہو تو ایسے دنیا بیزاروں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔

---

اسلام کی ابتداء نماز روزہ سے نہیں اس بات سے ہوتی ہے کہ انسان غیر اللہ کی خدائی کا کھلم کھلا انکار کرے اور پھر اللہ کو تنہا معبود تسلیم کرتے ہوئے اس کی بندگی اور وفاداری کا دم بھرے۔ دین اسلام کا پہلا سبق یہی ہے۔ مگر اس ابتداء کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مسلمان ہوتے وقت ایک بار یہ کارروائی عمل میں آجائے تو پھر باقی زندگی اسلام کے دیگر اعمال کرتے گزاری جائے۔ اور اگر اسلام باپ دادا سے میراث میں پایا ہو تو یہ ایک بار کی شعوری گواہی بھی ضروری نہ رہے! اللہ کی وحدانیت کی یہ شہادت دراصل اسلام کی اساس ہے۔ اسی پر باقی عمارت کھڑی ہو تو وہ اسلام کی عمارت کہلائے گی۔

---

قرآن تو اجتماعی زندگی میں "دین" اس نظام اور قانون کو کہتا ہے جو کسی قوم میں رائج ہو' جس پر اس کی سیاست و معیشت اور تمدن استوار ہو اور جس پر اس کی عدالتوں میں فیصلے کئے جاتے ہوں۔ یہ نظام اگر اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ؐ کی تعلیمات پر قائم ہو تو اس قوم کا "دین" اسلام ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ "دین الملک" ہے یا دین الجمہور' اسلام نہیں۔

---

قرآن اور رسول ؐ کا فیصلہ یہی ہے کہ کسی کا قانون تسلیم کرنا دراصل اس کی عبادت ہے اگرچہ اس کام کو عبادت اور بندگی کا نام نہ بھی دیا جائے' چاہے یہ کام کرنے والوں کو معلوم تک نہ ہو کہ بندگی اور عبادت یہی ہے' جیسا کہ عدی ؓ بن حاتم کو معلوم نہ تھا۔ قرآن کی رو سے یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی انسان خدا کہلا کر ہی خدائی کے مرتبے پر فائز ہوتا ہو جیسا کہ اخبار و رھبان خدا نہ کہلاتے تھے مگر قرآن نے ان کو اربابا من دون اللہ کہا ہے۔ چنانچہ ہر وہ انسان جو انسانوں کے لئے قانون صادر کرنے کا حق رکھتا ہو وہ اللہ کا شریک ہے۔ زمین کے جھوٹے خداؤں میں اس کا باقاعدہ شمار ہوگا اگرچہ اس کا لقب فرعون نہ ہو اور اگرچہ وہ عوام کا نمائندہ یا عوام کا خدمت گار کہلاتا ہو۔

---

اب ہمیں ان پاک طینت موحدین کی خدمت میں کچھ گزارشات کرنی ہیں جو اللہ کی وحدانیت کو اپنے وجود اور دعوت کی شناخت بنا کر نجات کے متلاشی ہیں۔ جو مہنگائی کی فکر سے بلند ہو کر یہ سوچنے پر آمادہ ہیں کہ بجٹ اور مزدوروں کی تنخواہ سے بڑھ کر بھی دنیا میں قوموں کے پریشان ہونے کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے جو یہ ایمان رکھتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں روٹی کے نرخ کم کروانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے نہ سڑکیں اور گلیاں پکی کرانے کے لئے۔ جن کا یہ اعتقاد ہے کہ آسمانی صحیفے انسانوں کو نہ تو افراط زر سے ڈرانے کے لئے نازل ہوتے رہے ہیں اور نہ ہی قومی ترقی کی نوید دینے کے لئے' بلکہ پیغمبران حق ہر زمانے کے انسانوں کو اپنے وقت اور اپنے ملک کے طاغوت سے کفر و عداوت کرانے اور اللہ وحدہ لاشریک کے ساتھ ایمان اور وابستگی استوار کرانے کے لئے آتے رہے ہیں اور یہ کہ آسمانی کتابوں کا اصل موضوع جہنم کا عذاب ہے یا آخرت کی نجات۔

ان خردمندوں سے یہ بات اوجھل نہ ہوگی کہ ملک میں یہ خوف و ہراس' بے چینی اور بدامنی و بے یقینی کے بڑھتے ہوئے سایے اور اس مار دھاڑ' قتل و غارت' غبن اور خرد برد کا خوفناک طوفان اس قوم کی بدقسمتی کا سبب نہیں صرف ایک مظہر ہے۔ اس کی علت اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس کا مالک اس سے ناراض ہے۔ اس قوم کی خوش بختی کی یہی ایک صورت ہے کہ یہ اللہ کے تمام شریکوں کا برسرعام انکار کر کے ہر اس بت کو پاش پاش کر دینے کے لئے اٹھ کھڑی ہو جو اللہ کے ماسوا اس ملک میں پوجا جاتا ہے اور اپنی معاشی ابتری کا حل تلاش کرنے سے پہلے کتاب اللہ سے اپنا وہ فرض دریافت کرے جس کا ادا کرنا مادی ترقی ایسے کسی معجزے کے ساتھ مشروط نہ ہو۔ محمد ﷺ کو ھادی تسلیم کر لینے کے بعد کوئی قوم جس شدت سے اپنے مسائل کا حل کفار کے ہاں تلاش کرے گی اسی قدر اس کی منزل قریب نظر آنے کے باوجود سراب بنتی چلی جائے گی۔

---

اہل خرد کے سامنے ہم یہ سوال رکھنا چاہتے ہیں کہ کیا کفر وہی ہوتا ہے جو کسی ہندو عیسائی یا یہودی کے ہاتھوں سرزد ہو؟ اور اگر اللہ کی وہی بغاوت' وہی کفر اور وہی شرک "کلمہ" کی رسم ادا کر لینے کے بعد ہوتا رہے تو الٰہی اصولوں کو تبدیل ہو جانا پڑتا ہے؟ کیا کفر کی گالی کھانے کے لئے استعمار کا بنفس نفیس یہاں موجود ہونا ضروری ہے؟ یہ کافر استعمار خود موجود نہ ہو تو پھر اس کے جانشین خواہ اسی کے دین اور اسی کے قانون کے رکھوالے ہوں' بس مقامی نسل ہونے کے ناطے ان کا یہ حق ہو جاتا ہے کہ استعمار کے خلاف اٹھے ہوئے ہاتھ جہاں تھے وہیں رکے کے رکے رہ جائیں!

---

لا الہ الا اللہ وہ کلمہ توحید ہے جو شرک سے براء ت کا اعلان کرتے وقت ادا کیا جاتا ہے۔ آج کلمہ کی ایک نرالی شکل دریافت ہوئی ہے۔ اس کلمہ کے بھی الفاظ تو وہی ہیں مگر یہ پڑھا اس وقت جاتا ہے جب شرک کرنے کا ارادہ ہو! ..... دستور پاکستان کی پیشانی پر اس کلمہ کا ترجمہ یوں لکھا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ حاکم اعلیٰ ہے" مراد یہ ہے کہ کلمہ پڑھ لیا گیا اب آگے ہر قسم کے شرک کا راستہ صاف ہے چنانچہ دستور کے اسی دیباچہ میں جہاں اللہ کو حاکم اعلیٰ کہا گیا ہے تھوڑا آگے چل کر وہیں یہ بھی لکھا ہے کہ : "پاکستان کا

"قرآن اور رسول ؐ کا فیصلہ یہی ہے کہ کسی کا قانون تسلیم کرنا دراصل اس کی عبادت ہے اگرچہ اس کو عبادت اور بندگی کا نام نہ بھی دیا جائے"

سیاسی ڈھانچہ جمہوری طرز کا ہوگا"۔

یہ شرک ضرور ہے مگر چونکہ کلمہ پڑھ کر کیا گیا ہے اس لئے پریشانی کی کوئی بات نہیں!

یہ بھی دیکھتے چلیں کہ حاکم اعلیٰ کے اس لفظ کی دستوری تفسیر کیا ہے؟ دستور اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ حاکم اعلیٰ ایک بے ضرر سا "اعزازی عہدہ" ہے جو نہ تو کسی کو جیل بھجوا سکتا ہے اور نہ ہی جیل سے چھڑا سکتا ہے۔ اس کی اتاری ہوئی آیت نہ تو کسی چور کا ہاتھ کاٹ سکتی ہے اور نہ سود کو ناجائز اور قابل مواخذہ قرار دے سکتی ہے اس کا فرمان بہترین اخلاقی اپیل تو ہے مگر قانوناً نہ جوئے کو روک سکتی ہے اور نہ فحش فلموں کو۔ انسانی زندگی میں جائز و ناجائز اور قانونی و غیر قانونی قرار دینا یہ ایک باقاعدہ اختیار ہے جو اس آئین میں "حاکم اعلیٰ" کو بہرحال حاصل نہیں ورنہ ہی یہ بات طے کرنا اس کے رسول کا کام ہے! اللہ اور اس کے رسول کو مذہب کے شعبے میں تو جائز و ناجائز کے تعین کا پورا حق حاصل ہے مگر قانون کے شعبے میں نہیں (کیونکہ مذہب اور قانون اس شرکیہ نظام میں دو الگ الگ چیزیں ہیں!) قانون کے شعبے میں حلال و حرام کا تعین "حاکم اعلیٰ" کے رسول کا کام نہیں بلکہ دیباچہ دستور کی رو سے یہ حق اس کی مخلوق کے نمائندوں کی سزاوار ہے۔ شق کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

Wherein the state shall excercise its powers and authority through the chosen representatives of the people.

---

(1) 227 کا یہ کہنا کہ کتاب و سنت کی تعلیمات کے خلاف کوئی قانون صادر نہ ہوگا ایک خوش کن اور امید افزا بات ضرور ہے مگر اس سے متصل بعد کی شق پڑھیں تو اس کا سارا مزہ کرکرا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آرٹیکل (1) 227 میں مذکور اس خوشنما بات کی عملی تفسیر صرف اور صرف آرٹیکل 228 تا (4) 230 کی صورت میں کی جا سکتی ہے۔ اب ذرا (4) 230 کو پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ کسی قانون کے خلاف اسلام ہونے کا فتویٰ اسلامی نظریاتی کونسل کی سرلگ کر بھی آ جائے تو ایسا قانون پاس کرتے وقت پارلیمنٹ یا صوبائی اسمبلیوں کو نظریاتی کونسل کی یہ رپورٹ مدنظر رکھنی ہوگی۔ غور فرمائیے صرف مدنظر رکھنی ہوگی! یعنی وہ اسے مانے یا نہ مانے اس میں وہ پوری طرح آزاد ہے۔ جبکہ (3) 230 کی رو سے اسمبلیاں نظریاتی کونسل کے فتوی کا انتظار کئے بغیر بھی یہ قانون پاس کر سکتی ہیں..... کہا جاتا ہے کہ اس نظام میں شرکت کے لئے یہی دلیل کافی نہیں کہ پارلیمنٹ سب کچھ کرنے میں آزاد ہے۔ اگر وہ انگریز کے قانون کو سند جواز دے سکتی ہے تو اپنا یہ حق اسلام کے لئے بھی تو استعمال کر سکتی ہے خصوصاً اگر دو تہائی اکثریت حاصل کر لی جائے تو دستور تک بدل سکتا ہے!

اولاً: پارلیمنٹ کا سب کچھ کرنے میں آزاد ہونا اس کی رکنیت کے جواز کی نہیں حرمت کی دلیل ہے۔ یہ پارلیمنٹ ایک طرف تو رب العالمین کی شریعت کو قانون کی سند دینے یا نہ دینے میں پوری طرح آزاد ہے مگر دوسری طرف کروڑوں انسانوں کے لئے ہر حال میں واجب اطاعت۔ اب جو مجلس رب العالمین کی ہمسری کرتی ہو اس میں شمولیت کا خیال کسی مسلمان کے دل میں آ جانا ہی حیرت کی بات ہے۔

ثانیاً: رہا یہ کہ دو تہائی اکثریت کے ذریعے نفاذ اسلام کا امکان ہونے کی بنا پر پارلیمنٹ طاغوت نہیں رہتی تو یہ اگر کوئی اصول ہے تو پھر دنیا کے کس ملک کی پارلیمنٹ طاغوت رہے گی؟ اگر آپ امریکی کانگریس میں دو تہائی اکثریت حاصل کر لیں تو کیا وہاں اسلام نہ لے آئیں گے؟ مسئلہ تو دراصل ان خدائی اختیارات کا ہے جو اس وقت اسے فی الواقع حاصل ہیں۔ رہے امکانات اور احتمالات تو اس بنیاد پر شریعت کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔

ثالثاً: کسی شراب سازوں کی یونین میں اکثریت حاصل کر کے اگر آپ اس کے قوانین تبدیل کرنے کی پوزیشن میں ہوں تو کیا شراب سازوں کی مجلس میں شرکت بھی دین کا تقاضا ہوگی؟ "علما" سے دریافت کیجئے' بعید نہیں کوئی دن یہ فتویٰ بھی نکل آئے!

رابعاً: شریعت کا نفاذ دین میں مطلوب ضرور ہے مگر شرک کے راستے سے نہیں۔ شرک سے بچنا اور طاغوت سے کفر کرنا شریعت کے نفاذ سے کہیں بڑا فرض ہے۔ آج تک کسی نبی نے بھی شریعت کے نفاذ کی خاطر طاغوت کی ہم نشینی اختیار نہیں کی۔ اس لئے شریعت کا نفاذ' شرک کرنے کے لئے ایک لمحہ حجت نہیں بن سکتا۔

خامساً: مقصد نیک ہو تو بھی اللہ کی نافرمانی کا ذریعہ اختیار کرنا کسی صورت جائز نہیں۔ ورنہ حج کرنے کے لئے سود لینا بھی جائز ہو جائے گا اور خیرات کرنے کے لئے رشوت ستانی بھی! The End Justifies the means کا میکیاولی فلسفہ اسلام میں نہیں' یہ شیاطین مغرب کی ایجاد ہے۔ اسلام کے اندر تو آپ مقاصد کے تعین میں بھی شریعت کے پابند ہیں اور جائز ذرائع کے اختیار میں بھی۔

---

جو حضرات پاکستان کے نظام میں مجلس طاغوت کی رکنیت پر ہی مصر ہیں ان کے ساتھ تو ووٹ کے مسئلے پر بات کرنا ایک لایعنی امر ہے۔ رہی ان لوگوں کی بات جو اس نظام کو باطل اور اس کے قانون سازوں کو طاغوت تو تسلیم کرتے ہیں مگر ان طاغوتوں کو منتخب کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے' بشرطیکہ نیت انتخاب طاغوت کی بجائے کچھ اور کر لی جائے' تو اس باب میں ہم ان حضرات ہی کے موقف پر گفتگو کریں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسمبلیوں میں "اچھے لوگ" یا "کمتر برائی" بھرتی کرنے کا اصول جہاں ووٹ دینے کے لئے وجہ جواز بنتا ہے وہاں ووٹ لینے اور الیکشن لڑنے کے لئے بھی بن سکتا ہے مگر کچھ لوگ مصر ہیں کہ اسے ووٹ دینے تک ہی محدود رکھا جائے۔ چنانچہ ضرورت اور "مجبوری" کو دلیل بنا کر جب یہ حضرات مصلحت کا دروازہ کھولتے ہیں تو دوسرا فریق بھی اسی میں سے گزر جاتا ہے۔ پھر جس طرح ووٹ دے کر کفر کا زور توڑنے والے حضرات اپنے ووٹ کا "ذاتی مطلب" لیتے ہیں اسی طرح ووٹ لے کر اسلام کی خدمت کرنے والا فریق بھی اپنی ممبری کی "ذاتی تشریح" کرنے کا مجاز ہونا چاہئے مگر نہ جانے ان دونوں فریقوں میں اختلاف کیوں ہو جاتا ہے جبکہ ان دونوں کے دلائل میں اصولی اور جوہری طور پر کوئی فرق نہیں۔

بنا بریں ووٹ کا حکم جاننے سے پہلے ووٹ کا مطلب جاننا ضروری ہے۔ ایک جمہوری نظام میں ووٹ کی حیثیت اور اہمیت نہ سمجھنے سے ہی ووٹ کا "ذاتی مطلب" لینے کی نوبت آتی ہے۔ نمائندگان

**"اسلام کی ابتداء نماز روزہ سے نہیں اس بات سے ہوتی ہے کہ انسان غیر اللہ کی خدائی کا کھلم کھلا انکار کرے"**

جمہور کی حاکمیت کا نظام جب قرون اولیٰ سے نہیں آیا تو ووٹ کی تعریف قرآن و حدیث سے تو نہیں ملے گی۔ اب ایک پارلیمانی نظام میں' جو کہ پاکستان میں رائج ہے' ووٹ کی حیثیت و اہمیت اور جمہوری عمل میں ووٹروں کے کردار کے تعین کے لئے وہی مصادر مستند ہو سکتے ہیں جو اس نظام کو بنانے اور چلانے والوں کے ہاں معروف ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف سوشل سائنسیز کے مطابق

Voting is the process whereby and individual member of a gruop registers his opinion and the participates in the determination of the consensus among the group with the regard to either the choice of an official or the decision upon a proposal. As such it is the procedure implied in all elections as well as in all parliamentry or direct legislation, under a dictatorial form of government, the individual may be called upon to express his opinion as to the choices already made by the dictator, various devices, however, render this procedure an empty formality. finds its principal share and its predomenant importance under democaratic government under conditions of minimum freedom of choice and suffrage.

ووٹ کے بارے میں ذرا مولانا مودودی کی رائے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"ووٹ دینے کے معنی ہی یہ ہیں کہ ہم اپنے رائے سے کسی ایسے شخص کو منتخب کرتے ہیں جس کا کام موجودہ دستور کے تحت وہ قانون سازی کرنا ہے جو عقیدۂ توحید کے سراسر منافی ہے۔ اگر علمائے کرام میں سے کوئی صاحب اس چیز کو حلال اور جائز سمجھتے ہیں تو ان سے اس کی دلیل دریافت کیجئے" (تحریک آزادی ہند اور مسلمان حصہ دوم ص ۲۳۴)

اگر کوئی صاحب ووٹ کا مطلب سمجھنے کی بابت مغرب کی محتاجی کے روادار نہیں تو بھی یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس نظام باطل میں کوئی انسان یا انسانوں کا گروہ طاغوتی مناصب پر از خود اپنا تقرر نہیں کرتا۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سا عمل ہے جو ایک انسان کو عام حیثیت سے بلند کر کے خدائی کے مرتبے پر فائز کر دیتا ہے؟ وہ کون سی فارمیلٹی ہے جو معبودوں کی خالی آسامیاں پر کر دیا کرتی ہے؟ وہ کیا چیز ہے جو طاغوت کو زندگی اور وجود بخشتی ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو طاغوت کو اپنی ولادت کے لئے کوئی اور "ناجائز" طریقہ اپنانا پڑے؟ وہ کونسا عمل ہے جو الوہیت کے کچھ خصائص آسمان سے اتار کے پانچ سال کے لئے زمین پر ایون پارلیمنٹ میں محبوس کر دیتا ہے؟ کس بل بوتے پر کچھ انسانوں میں مالک الملک کے حق حاکمیت کو پانچ سال تک غصب کئے رکھنے کی آئینی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے؟

ان سوالات کا جواب تو کچھ بھی مشکل نہیں مسئلہ ان کے بارے میں سوچنے کی زحمت کا ہے کہ کسے اللہ کی عظمت و وقار اور اس کی ہیبت و جلال نے ان سوالات کے بارے میں پریشان کیا ہے؟ کس کی جبین نیاز کے سجدوں میں ایسی تڑپ ہے کہ وہ اپنے مالک کی اس بغاوت پر تکلیف محسوس کرنا تو کچھ بھی نہیں دنیا کو الٹ دینے کے لئے تیار ہو جائے؟ کس کے دل میں اپنے سجدوں اور ریاضتوں کے یکتا و تنہا مالک کے لئے اتنی غیرت موجود ہے کہ ان سوالوں پر اس کا خون کھول اٹھے؟ کسے جہنم کا اتنا خوف لاحق ہے کہ وہ معاشرے میں رائج اس شرک اور ہلاکت کے راستے کو ذرا اس نظر سے بھی دیکھ لے؟ عقیدۂ توحید کا حقیقی شعور رکھنے والے جانتے ہیں کہ انبیا کے منہج میں صرف صحیح سوال اٹھانا اور ان زندہ ترین سوالوں کے سامنے انسانی ضمیر کو لا کھڑا کرنا ہی وقت طلب مسئلہ رہا ہے پھر ہلاکت سے نجات کی تلاش شروع ہو جائے تو جواب انسان کے اندر ہی موجود ہوتا ہے بل الانسان علی نفسه بصیره ولوالقی معاذیره ایک شیطانی ماحول ہے کہ ذہنوں میں ایسے سوالات کو ہمیشہ سلاتا ہے' سو کتنے ہوں گے جو قبر سے پہلے ایسے ناگزیر سوالات کو وقت نہ دے سکیں گے؟

وہ لوگ کہ طاغوت سے ازلی و ابدی جنگ ان کے ایمان کا حصہ اور زندگی کا سرمایہ ہے اور پاکستان میں بستے ہوئے ان سے یہ بات بھی اوجھل نہیں کہ طاغوت نہ تو کوئی خلائی مخلوق ہے اور نہ بیرون ملک پائی جانے والی سوغات' بلکہ ان کے سروں پر چھائی ایک زندہ اور بھیانک حقیقت ہے وہ ان سبھی سوالات کا جواب اس ملک کے بالغ انسانوں کے "حق رائے دہی" کے علاوہ اور کیا دے سکتے ہیں؟ اس اہم ترین مسئلہ کے بارے میں اگر سوال بھی واضح ہو جائے اور جواب بھی تو اس کے حکم کے بارے میں ویسے ہی کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔OO

## آج کا مسلمان

خالق کے اس جہان میں ادنیٰ سا اک بشر ہوں
جاری سفر ہے میرا' منزل سے بے خبر ہوں
طوفان باد و باراں ہے بحر بیکراں میں
کشتی چلا رہا ہوں' ساحل سے بے خبر ہوں
خالق کی نعمتیں جو بکھری ہوئی ہیں ہر سو
چنتے ہیں غیر ان کو' مسلم ہوں بے خبر ہوں
سب کے لئے کھلے ہیں ارض و سما کے کرے
اغیار ان پہ غالب' میں ہوں کہ در بدر ہوں
حاصل نہ کر سکا میں قرآن سے بصیرت
غیروں سے مانگتا ہوں ایسا میں بے نظر ہوں
نادار کیوں ہوا ہوں' سب کو بتا دلاور
غفلت میں ہوں پڑا میں' منزل سے بے خبر ہوں

(از دلاور عبدالرؤف' کراچی)

## آخر غیر شادی شدہ لڑکیاں ہی اس کام کے لئے کیوں منتخب کی جاتی ہیں؟

### مسائل کا اصل سبب اسلام سے انحراف اور سرمایہ دارانہ' جاگیردارانہ نظام ہے

# کیا پاکستان کی آبادی وسائل پر بوجھ ہے؟

### بہبود آبادی کے حوالے سے فیاض اختر میاں کی ایک فکر انگیز تحریر

ایک عرصے سے پاکستان کے ذرائع ابلاغ کے ادارے اور اخبارات میں چھپنے والے بڑے بڑے اشتہارات عوام کے ذہنوں پر یہ بات نقش کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ پاکستان کی آبادی میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے جب کہ خوراک اور دیگر وسائل ناکافی ہیں۔ "کم بچے خوشحال گھرانہ" "بچے ایک یا دو ذمہ اور نہ لو" وغیرہ نہ معلوم کتنے اشتہارات ہیں جو روزانہ چھپتے ہیں اور کروڑوں روپے ہر سال ان اشتہارات کے لئے قومی خزانہ سے ادا کئے جاتے ہیں۔ حکومت پاکستان میں کئی محکمے اس کام کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ اس ضمن میں سابقہ حکومت نے تو انتہا کر دی۔ ٹی وی میں نشر ہونے والے اعداد و شمار کے مطابق پچاس ہزار نوجوان لڑکیوں کو اسقاط حمل و مانع حمل کے ہر طریقہ کی عملی تربیت دی گئی تاکہ وہ گھر گھر جا کر خواتین کی اس ضمن میں تربیت کر سکیں۔ جس کام کے لئے اسلام کی ان بیٹیوں کی فوج تیار کی گئی اس پر آئندہ سطور میں بات ہو گی۔ پہلے ذرا ایک جائزہ اس بات کا لے لیں کہ خود ان نوجوانوں بچیوں میں سے کتنی ہوں گی جو دوران تربیت اور بعد ازاں فیلڈ میں جب وہ ہر ایرے غیرے کے گھر جنسی تعلقات جیسے موضوع پر تربیت دینے کے لئے پہنچتیں ہوں گی اپنی عصمت کی کہاں تک حفاظت کر سکتی ہوں گی جب کہ آج ہمارے معاشرے کا حال یہ ہے کہ پاکستان کے تمام نشریاتی ادارے چاہے وہ ریڈیو اور ٹی وی ہو یا اخبارات و رسائل فحاشی اور عریانی ہی کا پرچار کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں بازاروں اور گھروں سے لڑکیوں کو اٹھا کر درندگی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے چہ جائیکہ کہ خود لڑکیاں ہی درندوں کے گھر پہنچ جائیں۔ ماضی کی تاریخ گواہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے مراکز میں کام کرنے والی لڑکیاں پہلے خود بے راہ روی میں مبتلا ہوئیں اور پھر جن گھروں میں ان کا آنا جانا ہوا ان کو بھی کسی نہ کسی طرح تباہ کر کے چھوڑا۔ حتیٰ کہ گلی محلوں میں جگہ جگہ قائم منصوبہ بندی کے مراکز بے راہ روی کے فروغ کا سبب بن گئے۔

> "انسان اپنی تمام تر ترقی کے باوجود خود سے کوئی ایسا متوازن اور عادلانہ نظام حیات نہیں بنا سکا جو انسانوں کے مابین تمام رشتوں اور واسطوں کا بھرپور اور عادلانہ احاطہ کر سکے"

اس ضمن میں ایک نقطہ اور بھی قابل توجہ ہے کہ آخر لڑکیاں ہی اس کام کے لئے کیوں منتخب کی جا رہی ہیں خصوصی طور پر وہ لڑکیاں جن کی اکثریت غیر شادی شدہ ہے جب کہ یہ کام اگر اتنا ہی ضروری ہے تو مردوں سے بھی لیا جا سکتا ہے۔ جواب صاف ظاہر ہے کہ دراصل اس کے ذمہ داران کو معاشرے کی بہبود آبادی جیسے خصوصی عنوان کی آڑ میں کچھ اور ہی درکار ہے۔ اور وہ مختصر ترین الفاظ میں خاندانی ادارے کا توڑنا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح مغربی دنیا کو اخلاقی لحاظ سے محض جانور بنا دیا گیا ہے۔ آج وہاں الاماشاء اللہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا اصل باپ کون ہے۔

> "بہبود آبادی کے ذمہ داران کو بہبود آبادی کے عنوان کے تحت خاندانی ادارہ کو تباہ کرنا مطلوب ہے"

اب ایک جائزہ مخلوق خدا اور اس کی ضروریات کے حوالے سے بھی ضروری ہے۔ ہماری یہ دنیا تین حصے پانی اور ایک حصہ خشکی پر مشتمل ہے۔ گویا کہ انسان اس کرہ ارضی کے ایک چوتھائی حصہ پر پایا جاتا ہے۔ اس محدودیت کے اندر مزید وہ تمام علاقے جو صحراؤں' پہاڑوں' برف پوش وادیوں اور غیر آباد مقامات پر مشتمل ہیں نکال دیں تو اس دنیا کا کتنے فیصد رقبہ ایسا رہ جائے گا جہاں انسان آباد ہے۔ اس کا اندازہ آپ خود کر لیجئے۔ جب کہ انسانی آبادیوں میں انسانوں کے علاوہ بسنے والے چرند پرند اور کیڑے مکوڑے اور باقی ماندہ ۳/۴ دنیا جو کہ پانی پر مشتمل ہے میں موجود کل زندگی جس کا حساب تو کجا ان کی اقسام کی گنتی بھی آج تک نہیں کی جا سکی اور جس کے مقابلہ میں انسانوں کی نسبت و تناسب نہ ہونے کے برابر ہے کبھی خوراک اور بنیادی ضروریات جیسے مسائل سے دوچار نہیں ہوئی۔ جب کہ ایک انسان بیچارہ ہے جس کی تعداد دیگر مخلوق کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہر وقت وسائل کا رونا روتا رہتا ہے۔ کیوں؟ کیا واقعی انسان اپنی بنیادی ضروریات جیسے مسائل سے دوچار ہے اور یہ کہ وہ رب کائنات جو ہر روز ہر جاندار کو پیٹ بھر کر کھانا دیتا

## کنفیڈریشن مخصوص اغراض کے لئے چند ڈھیلے ڈھالے اتحاد کا نام ہے

## ممتاز بھٹو نے صحافیوں سے کہا' کنفیڈریشن کے معنی بھی جانتے ہو؟

## مذہبی جماعتیں احتجاج کے دوران کارکنوں کو توڑ پھوڑ نہ کرنے دیں

# کنفیڈریشن کیا ہے؟

### شیخ جابر کی تحقیق

نگران حکومت سندھ کے وزیر اعلیٰ کے طور پر جناب ممتاز بھٹو کو لایا گیا ہے۔ بطور وزیر اعلیٰ ان کی نامزدگی کے روز اول سے اب تک وہ مختلف وجوہ سے متنازع ثابت ہوئے ہیں۔ سب سے بڑی وجہ ان کی کنفیڈریشن کی سوچ ہے۔ وہ عرصے سے کنفیڈریشن کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ ایسے کسی شخص کا جو پاکستان کے موجودہ جغرافیائی سیٹ اپ کا حامی ہونے کے بجائے کنفیڈریشن کا علی الاعلان ذکر کرتا ہو پاکستان ہی کے ایک صوبے کا وزیر اعلیٰ بنا دینا یقیناً حیرت انگیز ہے۔ جناب ممتاز بھٹو سے اخبار نویسوں نے جب اس حوالے سے سوالات کئے تو وہ اخبار نویسوں پر برس پڑے اور انہوں نے جوابی سوال کیا کہ آپ کنفیڈریشن کے معنی بھی جانتے ہیں؟ ازاں بعد ایک ٹی وی انٹرویو میں انہوں نے غیر واضح انداز میں دوبارہ کنفیڈرل نظام کی حمایت کی ہے۔ سو خیال ہوا کہ آج کنفیڈریشن کے حوالے سے کچھ بات کی جائے۔ سب سے پہلے تو اس لفظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی کھوجے جائیں۔

مقتدرہ قومی زبان' اسلام آباد کی شائع شدہ قومی انگریزی اردو لغت کے صفحہ ۴۲۸ پر CONFEDERATION کے سامنے لکھا ہے۔ عہدیہ' متحد ریاستیں' وفاق' گروہ بندی' وہ ریاستیں جو مشترکہ مقاصد کے لئے تقریباً مستقل طور پر متحد ہو گئی ہوں۔

اردو سائنس بورڈ لاہور نے لونز ڈکشنری انگریزی اردو شائع کی ہے' اس کے صفحہ نمبر ۱۵۸ پر اس لفظ کے معنی لکھے ہیں : اتحاد' ایکا' میل' عہد و پیمان اور سازش۔

اردو لغت بورڈ (ترقی اردو بورڈ) کراچی کی اردو لغت جلد پانزدہم کے صفحہ ۲۵۶ پر یہ معنی درج ہیں : گروہ بندی' تنظیم' متحدہ ریاستوں کا وفاق جو اپنے اندرونی معاملات میں آزاد ہو۔

یہ تو تھے اس لفظ کے لغوی معنی آیئے اب دیکھتے ہیں کہ علم سیاسیات کی اصطلاح میں اس لفظ کو کن معنوں میں بیان کیا جاتا ہے۔

کشاف اصطلاحات سیاسیات حصہ اول (تسویدی اشاعت) ۱۹۸۵ء کے صفحہ نمبر ۱۵۵ کنفیڈریشن کے تحت لکھا ہے :

"کئی ریاستوں کا اجتماع جو باہمی تعاون اور دفاع کے لئے متحد ہوتی ہیں لیکن امور خارجہ میں وہ ریاستیں آزاد اور خود مختار ہوتی ہیں.... نیم وفاق کی کسی بھی شریک ریاست کو علیحدہ ہونے کا اختیار حاصل ہوتا ہے...."

نیم وفاق کی مثالیں درج ذیل ہیں : ۱۷۷۸ء سے ۱۷۸۷ء تک یو ایس اے' ۱۸۱۵ء سے ۱۸۶۶ء تک جرمنی' ۱۵۸۰ء سے ۱۷۹۵ء تک نیدر لینڈ' ۱۸۱۵ء سے ۱۸۴۰ء تک سوئٹزر لینڈ' ۱۸۷۴ء کے سوئس دستور میں اگرچہ نیم وفاق کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں لیکن وہ مکمل وفاق ہے۔

ترقی اردو بیورو' نئی دہلی کے تحت محمد محمود فیض اور حسن علی جعفری کی مرتب کردہ اصطلاحات سیاسیات کی لغت ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کے صفحہ ۴۰ پر اس لفظ کے تحت لکھا ہے :

"نیم وفاقیہ یا کنفیڈریشن چند ملکوں کے آپس کے معاہدہ سے قائم کئے گئے ایسے ڈھیلے ڈھالے اور رضاکارانہ اتحاد کو کہتے ہیں جو چند مخصوص اغراض مثلاً مشترکہ دفاع یا اقتصادی تعاون کے لئے قائم کیا گیا ہو۔ ایسے وفاق میں شریک ملکوں کی سیاسی آزادی' علاقائی سالمیت اور قومی اقتدار اعلیٰ مسلم رہتا ہے۔ یہ وفاق اٹوٹ نہیں ہوتا بلکہ اسے ارکان کی مرضی سے کسی وقت توڑا جا سکتا ہے۔ اس کے فیصلے ارکان کے لئے لازمی نہیں بلکہ اختیاری ہوتے ہیں۔ کنفیڈریشن کو ارکان کے خارجہ امور سے بھی کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اس کا معاہدہ فقط متعلقہ معاہدہ میں رکھے گئے مضامین تک محدود رہتا ہے"۔

**"سندھ کے نگران وزیر اعلیٰ کی رہائش گاہ پر ایک ماہ سے پاکستانی پرچم کی بجائے سندھ نیشنل فرنٹ کا پرچم لہرا رہا ہے"**

صاحبو! لفظ کنفیڈریشن سے متعلق اگرچہ دیگر انگریزی کی بڑی لغات میں مزید شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے لیکن ہمارے خیال میں مندرجہ بالا حوالے لفظ کے اصطلاحی و لغوی مفہوم تک پہنچنے کے لئے کفایت کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا مفہوم کو ذہن میں رکھا جائے تو اس امر کی شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ جناب ممتاز بھٹو کنفیڈریشن سے متعلق اپنے خیالات کو واضح اور دو ٹوک انداز میں عوام کے سامنے پیش کریں۔ وزراء اعلیٰ کی رہائش گاہوں پر

پاکستانی پرچم لہرایا ہی کرتا تھا لیکن اخباری اطلاع کے مطابق ایک ماہ سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود موجودہ نگران وزیر اعلیٰ سندھ جناب ممتاز بھٹو کی رہائش گاہ پر پاکستانی پرچم نہیں لہرا رہا۔ اس کی بجائے سندھ نیشنل فرنٹ کا جو کہ کنفیڈریشن کی حامی جماعت ہے' پرچم لہرا رہا ہے۔

یہ اور ایسے کئی معاملات سندھ کے لوگوں میں بے چینی کا سبب بن رہے ہیں۔ نگران وزیر اعلیٰ کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔ اندرون سندھ اور کراچی میں اغواء برائے تاوان' چوری' ڈکیتی اور دیگر جرائم میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چھوٹے بڑے جرائم پیشہ کونے کھدروں سے نکل آئے ہوں۔ جرائم پیشہ عناصر کی فوری سرکوبی کی اشد ضرورت ہے۔ افسوس کہ اب تک نگران وزیر اعلیٰ نے اس طرف توجہ نہیں دی ہے۔ ان کی توجہ ممکن ہے پیش آمدہ انتخابات کی جانب ہو۔ اگر ایسا ہے تو اس سے ان کی غیر جانب داری پر حرف آتا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے متعدد رہنما متعدد مواقع پر اس خدشے کا اظہار کر چکے ہیں کہ ممتاز بھٹو کی وزارت اعلیٰ میں شفاف اور غیر جانب دارانہ انتخابات کا انعقاد ممکن نہیں۔ لگتا ہے کہ وزیر اعلیٰ بھی ان کی بات کو درست ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ سندھ نیشنل فرنٹ نہ صرف یہ کہ انتخابات میں حصہ لے رہی ہے بلکہ وزیر اعلیٰ کی سرکاری اقامت گاہ کو مرکز قرار دے کر وہاں سے انتخابات کی تیاریاں شروع کی جا چکی ہیں۔ ان حالات میں پیپلز پارٹی کے ذمہ داران کا شکوہ بے جا نظر نہیں آتا۔

کنور ادریس کو سندھ کابینہ میں شامل کر کے اور عوامی سطح پر ہونے والے تمام احتجاج کو یکسر نظر انداز کر کے جناب ممتاز بھٹو خدا جانے کون سی عوامی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ تیس سے زائد سیاسی اور مذہبی تنظیمیں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے تحت یکجا ہو کر کنور ادریس کی سندھ کابینہ میں شمولیت کے خلاف مسلسل اپنا احتجاج ریکارڈ کروا رہی ہیں۔ لیکن وزیر اعلیٰ سندھ شاید اس وقت تک کچھ نہ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں جب تک کہ معاملات و حالات قابو سے باہر نہ ہونے لگیں۔ احتساب کا غلغلہ ہے' انتخابات کی آمد آمد ہے' افواہوں کا بازار گرم ہے' معاشی حالات دگرگوں ہیں' حکومت منتخب نہیں محض نگران ہے۔ ان حالات میں ایسے فیصلے کرنا اور ان پر ڈھٹائی سے جم جانا کہ جو نقص امن کا باعث بنیں کسی طرح بھی مستحسن نہیں ہو سکتا۔ احتجاجی جلسے جلوسوں سے امن و امان کی فضا مزید مجروح ہو رہی ہے۔ املاک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس ضمن میں سیاسی مذہبی جماعتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے کارکنان کو سختی سے اس امر کا پابند کریں کہ دوران احتجاج کسی طور کوئی توڑ پھوڑ نہ ہونے پائے۔ احتجاج ہر طرح سے پرامن رہے کہ اسلام تو امن و آشتی و محبت سکھاتا ہے۔ دوسری طرف وزیر اعلیٰ سندھ کو عوامی مطالبے کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے سندھ کابینہ سے غیر مسلم وزیر کو فوراً خارج کر دینا چاہئے۔ یہ خدشہ بھی سر اٹھا رہا ہے کہ وزیر اعلیٰ کے انہی فیصلوں کی بنا پر حالات کہیں ویسے ہی خراب نہ ہو جائیں جیسے آج سے برسوں قبل جناب ممتاز بھٹو کے پہلے دور میں خراب ہوئے تھے۔

## بقیہ : لمحہ فکریہ

ہے حتیٰ کہ اس کی ربوبیت سے پتھر کے پیٹ کے اندر موجود کوئی کیڑا بھی محروم نہیں رہتا کیا نعوذ باللہ یہ بھول چکا ہے کہ انسان کے لئے بھی خوراک پیدا کرنا ہے جس کو وہ خود اپنی کتاب مبین میں اپنی جملہ مخلوقات میں اعلیٰ ترین مخلوق ہونے کا شرف عطا کر چکا ہے۔ اور کیا ہمارا رب ظالم ہے جس نے اپنی بہترین تخلیق یعنی انسان کے لئے پورا رزق نہیں اتارا؟۔

یقیناً ہمارا رب ظالم نہیں اور وہ رب کیسے ظالم ہو سکتا ہے جو بچے کی پیدائش سے قبل اس کی ماں کی چھاتیوں میں اس کا رزق اتار دیتا ہے۔ اور ہر مرنے والے والا انسان جہاں دنیا اور اس کی بے ثباتی کا منہ بولتا ثبوت ہے وہیں وہ اس بات کی بھی واضح دلیل ہے کہ ہمارا رب بھول چوک اور ہر عیب سے پاک ہے۔ اور وہ ہر اس انسان کو دنیا سے اٹھانا نہیں بھولتا جس کا رزق دنیا سے اٹھا لیا گیا ہو۔ یہیں یہ اس بات کی دلیل بھی ہے کہ جو زندہ ہیں ان کا پورا پورا رزق دنیا میں ہر روز اتارا جاتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ ہر نفس کے لئے وافر رزق اتار رہا ہے تو پھر لوگ بھوک' افلاس اور بنیادی ضروریات جیسے مسائل سے کیوں دوچار ہیں۔ کون لوگوں کے منہ سے نوالے اچک رہا ہے۔ اور یہ جانوروں کی سطح پر زندگی بسر کرنے والے انسانوں کی عظیم اکثریت کو اس حال میں پہنچانے کا ذمہ دار کون ہے؟

رب کائنات نے انسان پر بہت بڑا فضل کیا کہ اس کے لئے ضابطہ حیات بھی ہدایت آسمانی کی شکل میں نازل فرما دیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے بڑھ کر اپنی مخلوق کی ضروریات اور ان کو ودیعت کردہ صلاحیتوں کے بارے میں کون جان سکتا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید کا بطور ضابطہ حیات اتارا جانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انسان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے لئے خود سے ایک مکمل اور متوازن ضابطہ حیات بنا سکے۔ اور آج تک کی تاریخ انسانی بھی اس پر گواہ ہے کہ تاحال انسان اپنی تمام تر ترقی کے باوجود خود سے کوئی ایسا متوازن اور عادلانہ نظام حیات نہیں بنا سکا جو انسانوں کے مابین تمام رشتوں اور واسطوں کا بھرپور اور عادلانہ احاطہ کر سکے۔ چنانچہ سرمایہ اور محنت' کارخانہ دار اور مزدور' بیوی اور خاوند' اولاد اور والدین' ریاست اور نظام' عوام اور حاکم وغیرہ کتنے ہی معاملات ہیں جہاں انسان قرآن اور اسلام سے دوری یا ناواقفیت کے سبب ٹھوکریں کھا رہا ہے۔

اب ذرا ایک جائزہ پاکستان کی آبادی اور اس کے وسائل کا لے لیں کہ آخر تقریباً تیرہ کروڑ آبادی کے اس ملک میں غربت افلاس اور بنیاد ضروریات جیسے مسائل کیوں پیدا ہوئے ہیں؟ موجودہ پاکستان جس کی زمینیں سونا اگلنے کی صلاحیت سے مالا مال ہیں اور ماضی میں متحدہ ہندوستان کو خوراک مہیا کرتی رہی ہیں کیونکر صورت حال سے دوچار ہوئیں کہ اب گندم بھی درآمد کرنا پڑتی ہے۔ پاکستان کے جملہ مسائل کا سبب اسلام سے انحراف اور 'سرمایہ دارانہ' جاگیردارانہ نظام ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والی اس مملکت خداداد میں اسلام کا عادلانہ نظام یعنی نظام خلافت قائم کیا جائے۔ مگر یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ لوگ اسلام کو اپنے اوپر نافذ کرنے اور ایک قیادت میں منظم ہو کر موجودہ ظالمانہ نظام کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ○○


## الیکشن 1997ء کا پیغام

آپ آئندہ الیکشن میں رشوت و بدعنوانی کو فروغ دینے والے اور عریانی' فحاشی' بے حیائی اور بدکاری پھیلانے والے گروہ کے کسی آوارہ' بدکردار اور بدچلن امیدوار کو ووٹ دے کر عذاب الٰہی کو مزید دعوت مت دیں۔ آپ کے ووٹ کا اصل حقدار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کے احکامات اور تعلیمات پر صدق دل سے عمل کرتا ہو اور پاکیزہ زندگی بسر کرتا ہو۔ یاد رکھیں ایک اور غلطی ---------- ایک اور عذاب

تحریک اصلاح معاشرہ پاکستان۔ بکس 6216 لاہور

# نامے میرے نام

۱۲/جنوری ۱۹۹۷ء

محترم مدیر ندائے خلافت

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! "اشاعت خصوصی بحوالہ سقوط مشرقی پاکستان" ہر لحاظ سے بہت عمدہ دستاویز ہے۔ آپ اور تمام حضرات جنہوں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے بے حد مبارک باد کے مستحق ہیں۔ آپ سب حضرات نے جو خصوصی محنت کی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ اس شمارے کا خصوصی اثر مجھ پر اس لئے بھی ہوا ہے اور جیسا کہ ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ ہم پھر اسی مقام پر دوبارہ پہنچ گئے ہیں جہاں ۱۹۷۱ء میں تھے۔ معلوم نہیں کتنے مولوی فرید احمد کلمہ شہادت ادا کرنے والے ہیں!! کل یعنی ۱۰/جنوری ۱۹۹۷ء کے نوائے وقت کے "سرراہے" میں یہ بھی پڑھا ہے کہ سندھ یونیورسٹی کے سالانہ کانووکیشن کے موقع پر سندھ کے نگران وزیر اعلیٰ ممتاز علی بھٹو نے اپنی تقریر کے اختتام پر پاکستان پائندہ باد کہنے کے بجائے جیئے سندھ کا نعرہ لگا دیا!! کراچی میں میرے دفتر کے سندھی ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ آصف زرداری کا اصلی جرم یہ ہے کہ وہ اپنا اثر رسوخ استعمال کر کے سندھیوں کو نوکریاں دلواتا تھا' جو "اسلام آباد" کو سخت ناگوار گزرا۔ گویا کہ آج پھر وہی نفرتیں اور وہی واقعات درپیش ہیں جو اس شمارے میں جا بجا نظر آتے ہیں۔

اس خصوصی اشاعت کے سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ اس اشاعت کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے' اور امیر محترم کے میثاق ۷۱۔۱۹۶۹ء کے اداریوں کو بھی اسی کتاب کا حصہ بنا کر ایک تاریخی دستاویز کی صورت میں عام کیا جائے۔ یہ دستاویز آنے والے مورخ کے لئے بھی بہت سود مند ہوگی۔

والسلام مع الاکرام

اختر ندیم' کراچی

---

مکرمی و محترمی! السلام علیکم

بدقسمتی سے قوم کی اکثریت ان پڑھ ہے۔ ۸۰ فیصد پڑھے لکھے لوگوں کی تعلیم بھی مغربی نظام کی مرہون منت اور کلرکی یا افسری تک محدود' غور و فکر کی نہ اہلیت نہ عادت نہ فرصت نہ ہی ضرورت۔ چنانچہ خیر و شر کی تمیز کیسے کریں۔ ذرائع ابلاغ پر نااہل و بددیانت اور مفاد پرست طبقہ کا قبضہ چنانچہ فکری ابتری بلکہ بربادی کا ہر سامان ہو چکا ہے اور قوم آج کل جانوروں بلکہ درندوں کا ریوڑ ہے مگر اس سے مایوس ہونے کی ضرورت بھی نہیں' شر ہمیشہ کثیر اور خیر قلیل رہا ہے لیکن خدا کو خیر ہی پسند ہے اور ذرہ بھر بھی کوہ ہمالیہ سے بڑھ کر۔

میں نے ۱۹ سال قبل گریڈ ۲۰ کی ملازمت صرف اس لئے قبل از وقت چھوڑی تھی کہ قوم نما ریوڑ کو اسلام دشمن اقوام اور ان کے چیلوں نے بے وقوف بنا رکھا ہے جو قوم ۶۰ سال قبل خلافت پر جان دیتی تھی وہ جمہوریت جیسے عیارانہ' ظالمانہ اور کافرانہ نظام پر فریفتہ ہو گئی۔ قوم تک آواز پہنچانے کا ذریعہ صرف اخبارات ہی تھے مگر ۱۹ سال کی مسلسل کوششوں کے باوجود کسی اخبار نے ایک لفظ تک شائع نہیں کیا۔ حالانکہ خرافات' مہمل افکار اور مضمون نگاروں کی خود ستائش تک شائع ہوتی ہیں۔ اخبارات یہ نہیں دیکھتے کہ کیا لکھ رہا ہے بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ کوئی کون لکھ رہا ہے۔ جو شخص اختیارات رکھتے ہوئے ظلم و برائی کو نہ روکے وہ اس میں برابر کا شریک ہے۔ آخر اس قتل و غارت' جبراً عصمت دری' ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کا حساب کون دے گا۔ قوم کی نوے فیصد آبادی احتساب چاہتی ہے مگر حکمران انتخابات چاہتے ہیں خواہ وہ نوے فیصد عوام کی امنگوں کے خلاف ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارا نظام ہی غلط بلکہ شیطانی ہے۔ ۹۳ء کے الیکشن سے قبل میں نے جہلم میں پریس کانفرنس میں فوری علاج یہ تجویز کیا تھا کہ قوم الیکشن کا بائیکاٹ کرے کیونکہ پیشہ ور لٹیرے ہی منتخب ہوں گے' صرف چہرے بدلیں گے۔ یہ اپیل دو سطروں میں چند اخبارات میں شائع ہوئی تھی مگر قوم نے بات نہ مانی۔ خدا کا شکر ہے کہ تین سال کے بعد قوم کی اکثریت میری ہمنوا ہے۔ اور الیکشن سے بے زار۔ میں خدا کا حقیر بندہ ہوں میں نے اسلامی نظام قرآن سے سیکھا ہے۔ قرآن مکمل ترین ضابطہ حیات' جو خدا نے بھیجا اور رسول اللہ کی زندگی قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ قرآن کے بعد ہمیں کسی آئین و قانون کی ضرورت نہیں صرف عالم' عادل' صالح نگران کی ضرورت ہے۔ ان شاء اللہ اس تعارفی خط کے بعد ہر موضوع پر جدا جدا اظہار خیال کرتا رہوں گا۔ یہ سعادت ہوگی۔

والسلام' دعاگو

سید مشتاق حسین

کھاریاں چھاؤنی

---

## بقیہ : حدیث امروز

انصاف کا وہ ڈھنڈورا پیٹا کہ پوری قوم کو تطہیر کے خواب کی تعبیر نظر آنے لگی۔ کیا ہوا جو نگران حکومت نے اپنی بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے اس ضمن میں پسپائی میں ملوث ہونا بھی قبول کر لیا۔ نگران حکومت کی یہ لائق مواخذہ کوتاہی ارتعاش کے اس عمل کو اب روک نہ سکے گی جس کا بیج قوم کے شعور میں از سر نو تازہ ہو چکا ہے۔ اس کے اثرات دور رس ہوں گے۔ یہ عمل آسان نہیں۔ اس کے نتیجے میں متعدد مختلف رد عمل پیدا ہوں گے۔ ایسے میں قوم کی صحیح رہنمائی ازحد ضروری ہو گی۔ اکابرین کو ذاتیات' گروہ بندی اور خوشنما منافقت سے بالاتر ہو کر حق کی پاسداری کرنا ہو گی تاکہ انجام بخیر ہو ورنہ تاریخ زمانہ ہمارے سامنے ہے جس کی گواہی قرآن مجید کی سورۃ العصر دے رہی ہے جس کی تلاوت ہماری اکثریت اختصار کی وجہ سے تو کرتی ہے مگر اس کے معانی و مفہوم پر غور نہیں کرتی۔○○

○

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا
محروم رہا دولت دریا سے وہ غواص
کرتا نہیں جو صحبت ساحل سے کنارا
(اقبالؒ)

○

## بقیہ : دین و دانش

بغیر یہ کام آسان نہیں ہو گا۔ تاہم اس وقت اس کار خیر کے لئے زمین تیار ہے' پاکستان کا مسلمان اپنے انتہا پسند فرقہ پرستوں کے ہاتھوں بہت تنگ ہے۔ کیا سنی کیا شیعہ' کیا دیوبندی' کیا بریلوی اور اہل حدیث سب کے سب فرقہ بندی اور پھر فرقہ در فرقہ بندی کا مزا چکھ چکے ہیں۔ چودہ صدیوں سے ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کے نشتروں سے "سنوارنے" کا نتیجہ بھی دیکھ چکے ہیں' اب محبت و اخلاص سے ایک دوسرے کو سمجھانے اور ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر اپنے اصل دشمن کا رخ دکھانا ہے جو عالمی صیہونیت اور غلیظ بت پرستی کی شکل میں آج بھی حسد و نفرت کے الاؤ جلائے بیٹھا ہے۔ ایک بار پھر اس امت کو اگر اس مشترکہ دشمن کی پہچان کرا کر اس کی طرف پوری امت کا رخ موڑ دیا گیا تو پھر یہ طوفان حق و باطل کے گھروندوں کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گا اور اپنی منزل سے پہلے نہیں رک پائے گا۔

اس ضمن میں ایک اور کام بھی کرنا ہو گا۔ خیبر اور یثرب کی بستیوں سے بھاگنے والے یہودی اپنی خیانت و غداری پر تو پردہ ڈالتے ہیں جو انہوں نے میثاق مدینہ کی اساس پر قائم اولین ریاست اسلامی ریاست سے کی تھی مگر چودہ صدیوں سے دنیا بھر میں اسلام اور اہل اسلام کو خونخوار اور ناہنجار بتاتے پھرتے ہیں۔ دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ پر قابض سازشی اور مکار یہودیوں کے اس بے بنیاد پراپیگنڈے کا جواب بھی دینا ہو گا۔ آج کے باضمیر اور بیدار انسان کو یہ سمجھانا اور باور کرانا ہو گا کہ اسلام وہ نہیں جو یہودی مستشرقین پیش کرتے رہے ہیں' بلکہ اسلام تو حق و انصاف کا وہ ازلی و ابدی پیغام ہے جو تمام انبیاء کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ تھا۔ اسلامی جہاد کا مقصد غلام اور لونڈیاں پکڑنا یا مال غنیمت اکٹھا کرنا نہیں ہے بلکہ اصل جہاد ظلم اور فساد کو روکنا اور دنیا کو عدل و انصاف کی فضا میں پرامن و پرمسرت زندگی مہیا کرنا ہے' وہی عدل و انصاف اور امن و مسرت جس کے لئے آج کا ستایا ہوا انسان ترس رہا ہے۔ یہ سب کچھ توحید ربانی اور وحدت نسل انسانی کے ابدی تصور میں ملے گا جس کا علمبردار اسلام ہے اور جسے یہود و مشرکین چودہ صدیوں سے روک رہے ہیں!! مگر یہ جس طرح خلافت راشدہ کے دور میں انسانیت نے دیکھا تھا اسی طرح ایک بار پھر دیکھے گی!!

## بقیہ : عالم اسلام

ہمارے ریاستی ادارے اسلامی قوانین پر مبنی ہوں گے کیونکہ رومن لاز ہمارے لئے غیر مانوس ہیں اور لوگ ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ قوانین ایسے ہونے چاہئیں کہ لوگ ان کا احترام کریں۔ چیچنیا کے عوام کے لئے اسلام سے بڑھ کر کوئی شے قابل احترام نہیں۔ لہٰذا سیکولر عدالتوں کو شریعت عدالتوں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک صدارتی حکم کے ذریعے چیچنیا کے سکولوں میں عربی اور اسلامی قوانین کی تعلیم ضروری قرار دے دی گئی ہے۔ تاہم ایک معمولی سا سیکولر طبقہ اسلام کی طرف مکمل مراجعت کی راہ میں مزاحم ہو سکتا ہے۔

### مصر

مختصر سے وقفہ کی تیاری کے بعد مجاہدین نے پولیس اور خفیہ محکمے کے مراکز پر حملوں کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا ہے ادھر ہائیکورٹ نے ۲۰ افراد کے قتل اور ٹرینوں' بنکوں اور ہوٹلوں پر حملوں کی بنا پر ۳۲ مجاہدین کو سزائیں سنائی ہیں۔ نئے وزیر اوقاف ہمدی زکزک کا کہنا ہے کہ کسی بھی "منحرف" شیخ کو تقریر کی آزادی سے محروم کر دیا جائے گا جس کا مطلب ہے کہ حکومت مساجد کو بھی حق کی آواز سے محروم کرنا چاہتی ہے۔

### اردن

۹ مجاہدین کو گرینڈ رکھنے "اسرائیل" کے خلاف حملوں کے منصوبے بنانے اور شاہ حسین کے بارے میں جھوٹی افواہیں پھیلانے کے جرم میں ۲ سال سے لے کر عمر قید تک کی سزائیں سنائی گئیں۔ شیخ ابو محمد المقدسی نے اپنے خلاف سزا کا فیصلہ سن کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کہا کہ ہمارا جہاد اور ہماری آواز تمہارے ان فیصلوں سے کمزور ہونے کی بجائے ان شاء اللہ زور پکڑے گی۔

(بشکریہ : نداء الاسلام دسمبر ۹۶ء)

## بقیہ : مکتوب بھارت

نفرت کا پرچار اس کی حکمت عملی ہے تاکہ اس نفرت کے جذبے کے تحت ہندو بھائی راشٹر کے نعرے میں کشش محسوس کریں اور ان کی آنکھوں کے آگے مسلم دشمنی کا ایسا اندھیرا چھا جائے کہ وہ انسانوں کو اونچ اور نیچ میں بانٹ کر اعلیٰ طبقہ کا سب کو غلام بنانے کی سازش' برہمنی سامراج کے بھیانک چہرے کو نہ دیکھ سکیں۔ جب تک یہ خطرہ نہیں ٹلتا اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا اور جدوجہد کرنا پڑے گا۔

مسلمانو! تم نے بہت ظلم سہے' تمہارے ہوتے بابری مسجد ڈھا دی گئی۔ اگر تم خاموش ہو گئے' بابری مسجد کی یاد کو دبا دیا اور بھلا دیا تو تمہاری یہ کمزوری' دشمن طاقتوں کی ہمت بندھائے گی۔ اگر تم نے حق کو منوانے کی طاقت نہیں پیدا کی تو یہ تم کو رہنے نہیں دیں گے۔ یہاں زندہ رہنا تو قوت بننا ہو گا' طاقت پیدا کرنی ہو گی' شوکت کے ساتھ ابھرنا ہو گا۔ یہ قوت و طاقت و شوکت' کسی کی گردن مارنے' کسی کا گھر لوٹنے' کسی بستی کو آگ لگانے' تباہی و بربادی مچانے کے لئے نہیں بلکہ حق و انصاف قائم کرنے' ظلم و ستم کو روکنے' بے انصافی کو ختم کرنے کے لئے ہو گی۔ جو نہ اپنے آپ پر کسی کو ظلم کرنے دی گی اور نہ دوسروں پر۔ چاہے وہ دولت مند ہوں کہ غریب پچھڑے ہوئے ہوں کہ پست کردہ' ان پر بھی ظلم ہوتا ہوا نہیں دیکھے گی۔ یہ قوت ایمان کی قوت ہو گی جو ایثار و قربانی پر ابھارتی اور حق کے لئے اٹھ کھڑے ہونے پر اکساتی ہے۔ یہ طاقت اخلاق کی طاقت ہو گی' نفس پرستی کو دخل نہیں ہو گا' خود غرضی نہیں ہو گی تاکہ قرآن کریم کے حکم کے مطابق دشمنوں پر ہیبت طاری رہے۔

بابری مسجد کی یاد تمہیں اکساتی رہے گی اس یاد کو مت دباؤ' اٹھو' عزم کرو کہ بابری مسجد کی دوبارہ تعمیر کی آرزو کو تازہ رکھیں گے اور اپنی نسلوں میں اس کو منتقل کرتے رہیں گے۔ اٹھو! عزم کرو کہ اب کسی مسجد کو ڈھانے نہیں دیں گے' کسی کی گردن پر خنجر چلنے نہیں دیں گے' کسی کو کسی کے سر سے عصمت کی چادر کھینچنے نہیں دیں گے' کسی بستی کو جلنے' کسی آبادی کو اجڑنے' کسی بازار کو لٹنے نہیں دیں گے۔ جب قوت بنیں گے تو کسی کو اس کی جرات ہی نہیں ہو گی اور کوئی ایسا کرنے آگے بڑھے گا تو اس کو اپنی خیر منانی پڑے گی۔ بابری مسجد کے زخم کو اتنا مہکاؤ اور اس داغ کو اتنا چمکاؤ کہ ایک مرحوم شاعر کے بقول ع

ہو جائے پشیمان چارہ گری' شرمندہ مسیحا ہو جائے

کل ہند مجلس تعمیر ملت کا یہی پیام اور اصل کام ہے کہ مسلمان قوت بنیں۔ آیئے اس کے کام میں ساتھ ہو جایئے۔ اس سے تعاون فرمایئے اور اس کو آگے بڑھایئے تاکہ اس ملک میں حق کا بول بالا ہو۔

مخلص
محمد عبدالرحیم
صدر کل ہند مجلس تعمیر ملت

# حرف تحسین!

## پاکستان ٹیلی ویژن کے نام

از : کفایت محی الدین

ٹیلی ویژن کے فرزانو!
تم سا کوئی نباض نہیں
اگنی کے مقابل جان من
پرتھوی کے مقابل جان من
پی ٹی وی ہے تو کیا غم ہے
دیپک ہیں جس کی سب تانیں
اور چن چن جنسی فلموں کی
بٹتی ہیں گھر گھر سوغاتیں
یہ ناچ اور تالی ہی تو ہیں
ہر میزائل کا توڑ آخر
کیا نسخہ قوم کو ہے بخشا
ہپ ہپ ھرا' ہپ ہپ ھرا!
آکاش مقابل جان من!
ترشول مقابل جان من!
اک جانب خون سمندر میں
کشمیر اترتا جاتا ہے
سرحد پر نظریات کی جنگ
ٹی وی پر بینگ' ترنگ' دھڑنگ
اس پار نگر آیودھیا میں
اپنا نقشہ باقی نہ رہا
اللہ' اللہ' اللہ' اللہ!
واں پرورش ایٹم بم ہے
یاں تالی ناچ کا موسم ہے
ٹیلی ویژن کے فرزانو!
تم سا کوئی نباض نہیں!

نسل نوخیز ملت کو
کیا سیدھی راہ بجھائی ہے
کہ ہر آنگن کی آب و ہوا
اک چیخ ہے' ایک دہائی ہے
تم سے فرزانوں کی ٹولی
قسمت سے قوم کو ملتی ہے
جو ڈور گلو کی زینت ہے
کس جا سے آخر ہلتی ہے؟
ٹیلی ویژن کے فرزانو!
تم سا کوئی نباض نہیں!

سب فن کی گرہیں کھل بھی چکیں؟
تھک ہار چلے یاران قلم؟
اور فکر کے سوتے خشک ہوئے؟
لے دے کر اپنی دھرتی پر
بس جنس کا موضوع باقی ہے؟
حق نسواں کے لفظوں میں
استحصال بنت حوا
"یا میری لغت متروک ہوئی
یا ان کا محاورہ اور ہوا
تعلیم کہاں؟ کیسی تفریح
اور معلومات کا نام کجا؟
بازار سے لائے فتنوں نے
تینوں پر پانی پھیر دیا
ہر رنگ میں نقل غیر روا
قومی ورثے سے بیر روا
کیا نام اپنا' اقرار اپنا'
پہچان اپنی' سب ہیں کچرا؟
ٹیلی ویژن کے فرزانو!
تم سا کوئی نباض نہیں!

اس قوم کے شیر جوانوں کو
ہر گھر کی عظمت زادی کو
ہر شب' ہر صبح جت کر تم
اک نیند سلا دو بس ایسی
جنسی خواب آور جرعوں سے
جس سے شل ہو کر رہ جائے
اس پاک وطن کا ہر بچہ
پود نوخیز کی شہ رگ پر
ہاں! وقت ہے ضرب لگانے کا
اپنی دانش منوانے کا
یہ بچے' مال' منال مرے
اور جان استقبال مرے
یہ تیرے' میرے اپنے ہیں
پوری ملت کے سپنے ہیں
ان کو دیکھو' ٹک پہچانو
ٹیلی ویژن کے فرزانو!

نعت و قرآن سے بسم اللہ
پھر جتنا ہو جنسی بلہ
آماجگہ ضدین ہیں ہم؟
"ہاں" اور "ناں" کے مابین ہیں ہم؟
یوں قومیں ہوتی ہیں تیار؟
اپنے ہی گھر پہ ہو یلغار؟
ٹیلی ویژن کے فرزانو!
تم سا بھی کوئی نباض نہیں!

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36-K, Model Town Lahore- 54700 Regd:No L.127

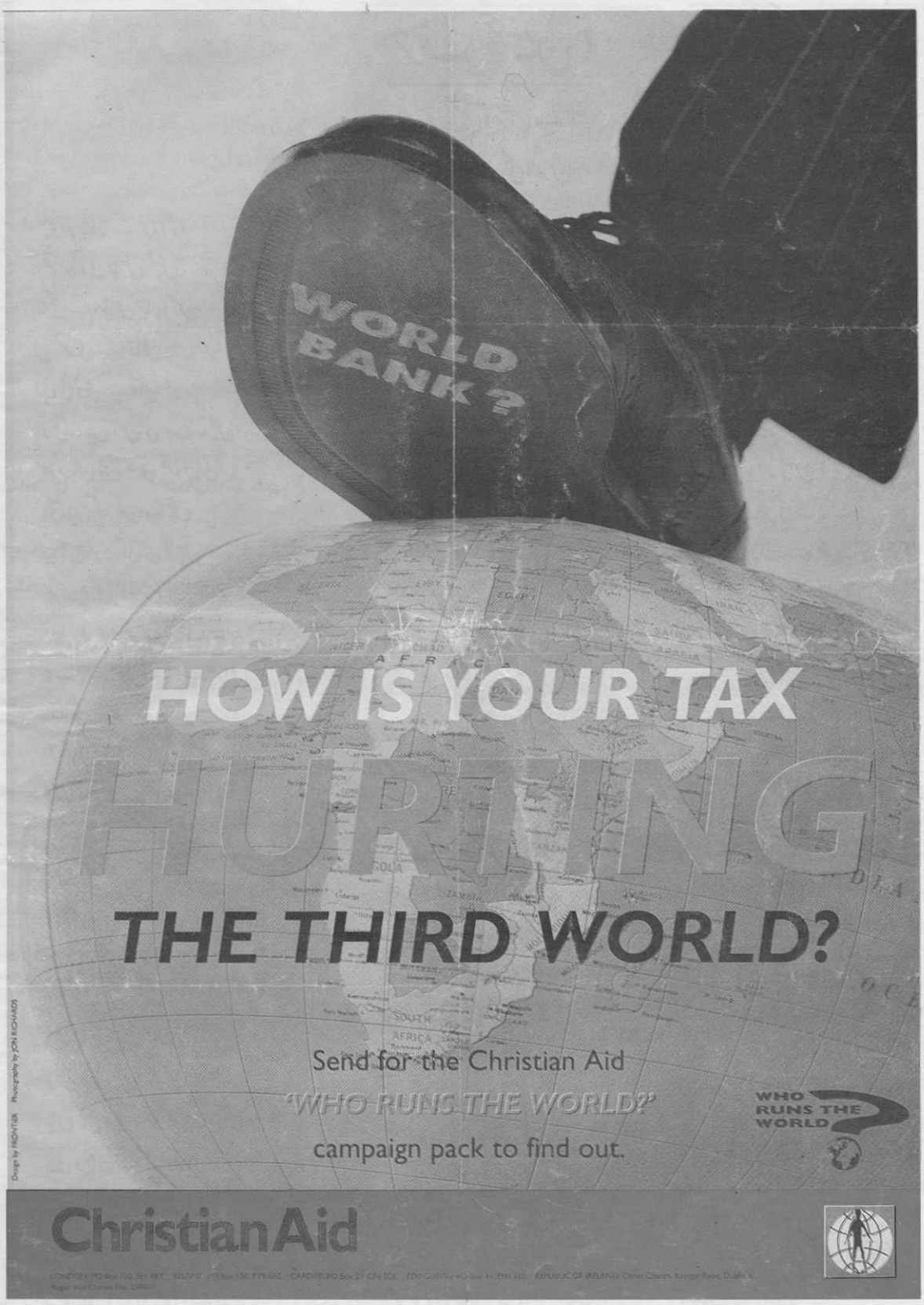


برطانیہ کے عیسائیوں میں بھی یہودی استعمار کے خلاف رد عمل کا مظہر!